

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بہارہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ شعبان ۱۳۷۵ھ

مطابق ماہ اپریل ۱۹۵۶ء

★

تحت ادارہ

علامہ حسین | امیر حزب لاکھنؤ بہارہ | لین روہیہ
مدیر مسئول | مولانا الحاج القنار احمد بکوی | حالانہ ہنگو
(پاکستان)

سالانہ چنیدہ
۵/۱۰/-
معاویہ سے
۲۱/۱۰/-
غیر مالک سے

سالانہ چنیدہ
عوام سے
طلب ہے

نال عاقلیت مولانا الحاج ظہور احمد صاحب بگٹی میر تقی میر الانصار بمبیرہ پنجاب
 میر تقی میر مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگٹی میر تقی میر الانصار بمبیرہ پنجاب
 مجانب

حزب الانصار هجرة

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ !

ان غرض و مقاصد { (۱) اندوینی و بیرونی مصلحتوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام - (۲) اصلاح رسوم و باطنی شریعت اسلامیہ ، اجار و اشاعت علوم دینیہ - (۳) جریہ شریعت اسلام کا اجرا (۴) دارالعلوم غزنیہ میں جامع مسجد تعمیر جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے گا ہے - (۵) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۶) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۷) امیر مہذب نصاب کا مبلغین کے چار سالانہ تبلیغی دورہ (۸) کتب خانہ (۹) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت -

جس کے قواعد و ضوابط

۱۹۔ سالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو پانچویں وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ دیگر مضمون
ادعا جہان کی باتوں سے متعلق ہونا ضروری نہیں (۲۰) ادکان حزب انصار کے نام پر جزیہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکھتے کم از کم چار ماہ تواری یا
تین روپے سالانہ مقرر ہے (۲۱) عام سالانہ چندہ کے لئے ہر معاویہ سے ^{۲۲/۱۱} خط مقرر ہے۔ نمونہ کار پرچہ ہر کے کلکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
(۲۲) سالہ باقاعدہ چنانچہ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے جزیہ
کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع غلط کی صورت میں ذر و ذر و (۲۵) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے
(۲۶) ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل آئی عہد الخید دعا جہان کیشن اینجینس ^{۲۷} فوٹو سکرٹس بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر
ارسال کریں (۲۸) ہر رنگ ڈاک اور خطوط ہر رنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و توسیل رسماً بنام غلام حسین ایڈیٹر شجر شمس السلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

واقعہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سال بذر یہ دی پر ای سال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کیلئے بہتر صورت ہے کہ آپ اپنا چندہ بذر یہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ تو طلوع

سرخ نشان ○

غلام حسین منیجر سہ سالہ شمس الاسلام

۷۸۶

(بھیرہ)

شمالی اسلام

ماہنامہ

شمارہ ۴

جلد ۲۷
شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ
۱۹۵۴ء مطابق ماہ اپریل

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	جمہوریہ اسلامیہ پاکستان مبارک باد	"	۵
۳	شذرات	"	۸
۴	آنکھوں دیکھا حال	عبد الرشید صاحب ثاقب	۱۲
۵	عائلی قوانین کے کمیشن کا سوالنامہ اور اسکے جوابات	ادارہ	۱۴
۶	روزہ کے شرعی مسائل و احکام	حساس کے قلم سے	۲۲
۷	رمضان المبارک کی فضیلت و کرامت	مولوی محمد حسین صاحب علوی	۲۷
۸	حکایات الصالحین	خواجہ رشید احمد صاحب محمود میاں فاضل	۳۰

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر شقائق برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر جریدہ "شمالی اسلام" جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا۔

بزم انصار و کوائف کار کردگی حبس از الانصار بهیمن
(ادامه)

مولوی فاضل، منشی، منشی عالم اور منشی فاضل کی کلاسوں میں داخل کیا جائے گا۔

سالانہ تعطیلات : دارالعلوم غزنیہ میں سالانہ تعطیلات دس شعبان سے شروع ہو چکی ہیں۔ طالبان علوم دینیہ رخصتیں گزارنے کے لئے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ البتہ درجۃ الحفاظ کے طلبہ دارالعلوم میں مقیم ہیں۔ جو کہ شب و روز قرآن کی منزلیں یاد کرنے میں مصروف ہیں۔ تاکہ رمضان المبارک میں مختلف مقامات پر قرآن سناسکیں۔

داخلی

و العلوم مغزیہ کے نئے سال کا داخلہ
پانچ سوال المکرم سے شروع ہو کر پچیس سوال تک
تکملے گا۔

جلال اللہ : مر حزب الانصار کا چھٹیواں سالانہ جلسہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ مارچ ۱۹۵۶ء کو منعقد ہوا۔ ان ہر سالہ ایام میں اللہ کے فضل و کرم سے اجلاس نہایت کامیاب رہے۔ ہر اجلاس میں ہزاروں کی تعداد میں سامعین شامل ہوئے۔ جس قدر بھی بیرونی ممان تھے، ان کے قیام و طعام کا انتظام حزب الانصار کی طرف سے تھا۔

سالانہ کارگزاری : ہر سالانہ جلسہ کے موقع پر مولانا افتخار احمد صاحب بگوی مہتمم دارالعلوم غفریہ نے سالانہ حساب پیش کرتے ہوئے دارالعلوم کی کارگزاری کا مفصل ذکر کیا۔ اور آئندہ سال کا پروگرام بیان فرمایا، کہ درس نظامی کی تعلیم کے علاوہ علوم السنۃ الشرعیہ کی کلاسوں کا باقاعدہ اجرا ہوگا۔ اور طلباء کو مولوی، مولوی عالم،

معا جزاءہ افتخار الحسن معاصی کے بیانات ہموئے ۱۰ اور رات کے ایک بجے جلسہ وعائے غیر سے برخواست ہوا۔

۱۸ مارچ بروز اتوار اجلاس ششم شروع ہوا۔ جس میں مولانا سید عبدالرحمن شاہ صاحب کیمیل پوری اور مولانا پیر زادہ محمد بہاؤ الحق صاحب قاسمی و مولانا محمد اشرف صاحب ودیگر حضرات کی تقادیر ہوئیں۔ یہ اجلاس صبح ساڑھے آٹھ بجے سے لیکر دو بجے تک رہا۔

حضرت امیر حزب الانصاء نے آخری تقریر فرماتے ہوئے تمام علماء کرام، مشائخ عظام اور کارکن حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ اور ملک شگاف نعروں میں سالانہ جلسہ اختتام پزیر ہوا۔

بقیہ ص ۱۳ :- مولانا محمد یونس صاحب و مولانا تاجا
عبد الرحمن صاحب اور مولانا عبدالستار صاحب نیازی
کی تقریریں ہوئیں۔ اعد ڈیڑھ بجے نماز ظہر کے لئے
املاس ملتوی کیا گیا۔

نماز ظہر ادا کرنے کے بعد اجلاس چارم شروع ہوا۔ جس میں مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب اور مولانا مذیر احمد صاحب عباسی کی تقاریر ہوئیں۔

اس سلسلے پنجم بعد از نماز عشاء شروع ہوا۔ جس میں مولانا عبدالحکیم صاحب اور حضرت مولانا محترم ابوالحسنات محمد احمد صاحب مدبر جمعیتہ العلماء پاکستان اور حضرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان مبارکباد

(ادارہ)

لے الحمد ہر انجیز کہ خاطر می خواست : آخر اندر پس پر وہ تقدیر پدید

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعہ المبارک کو مملکت پاکستان کے نئے مرتب کردہ اسلامی جمہوری دستور کے نفاذ و اجراء کا اعلان ہوا۔ اور اس مملکت کو ایک جمہوریہ اسلامیہ قرار دیدیا گیا۔ للہم للہم علیٰ ذلک۔ اس دن سے ہم نے اپنی زندگی کی ابتداء ایک نئے طرز و انداز کے ساتھ کی ہے۔ اور اب ہماری حیثیت ایک ایسی آزاد قوم کی ہو گئی ہے۔ جو ہر غیر اللہ سے بالکلیہ آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی غلامی کے لئے مختص ہو گئی ہے۔ اور جس نے آئینی طور پر یہ اقرار کر لیا ہے کہ اس ملک میں خداوند تعالیٰ کی مالکیت ہے۔ اور جمہور کو جو اقتدار و اختیار حاصل ہے وہ اس حقیقی حاکم کی طرف سے ایک مقدس و محترم امانت ہے، جس کو صرف انہی حدود و قیود کے اندر رہ کر استعمال کیا جاسکتا ہے، جو آقا و مولیٰ کی طرف سے استعمال اقتدار کے لئے مقرر کردہ ہیں۔ اس تاریخ کے بعد اس ملک میں جمہوریت، آئادسی، مساوات، رواداری اور اجتماعی عدل و انصاف کے اس تصور پر عمل ہو گا جو اسلام نے دیا ہے۔

جو دستور ۲۳ مارچ سے نافذ کر دیا گیا ہے، اس کی ترتیب و تدوین جس طویل جد و جہد اور بڑی کشمکش کے بعد جن حالات میں ہوئی ہے۔ اور دستور سازوں کے ذاتی اور گروہی رجحانات اور خلاف اسلام نظریات نے جس طرح قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالی ہیں، مانسی کی اس طویل تاریخ کو سامنے رکھنے کے بعد یہ دستور جیسا بھی بنا اور نافذ ہوا اس کو اسلام پسند عناصر کی کامیابی اور اس ملک میں غلبہ اسلام کی تمہید اور مکمل نظام اسلامی کے لئے فتح باب کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے

باوجودیکہ اس دستور میں چند خامیاں رہ گئی ہیں۔ اور اسلامی اور جمہوری دونوں حیثیتوں سے بعض غلط پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسکی خوبیوں، خرابیوں کے ازالہ کی توقع اور طریقہ ترمیم کی آسانی، اور اسلام دشمن گروہ کی سازشوں اور دستور کو بالکل ملتی ہوئی رکھنے کے ارادوں کو دیکھ کر تمام اسلام پسند اور دیندار مسلمانوں نے اور مذہبی جماعتوں نے اس دستور کو بخوشی قبول کیا۔ اور ۲۳ راج کو مسرت و شادمانی کی تقریبات میں حصہ لیا۔ اور اس دن کو یوم تشکر قرار دیکر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔

آمد آں پیائے کہ من می خواستم * راست شد کایے کہ من می خواستم
اور اس میں شک نہیں کہ یہ دن مسلمانوں کے لئے خاص طور سے مسرتوں اور شکر گزاریوں کا دن تھا۔ جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد مسلسل شب و روز ایک اسلامی آئین کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کی تھی۔ اور جان و مال اور اللہ تعالیٰ کی دہی ہوئی علمی، عملی اور ذہنی تمام صلاحیتوں کو اس جہاد حق میں لگایا تھا۔ اسی مقصد عزیز کی خاطر مالی نقصانات اور تجارتی کاروبار کے خسارے برداشت کئے۔ بڑی بڑی نفع بخش ملازمتوں کو چھوڑا۔ قید و بند اور ہزاروں کی صعوبتیں اور پریشانیوں جھیلیں۔ اس آغاز بیمار کی نوید سے ان کے قلوب کی کلیاں کھلیں۔ اور اس ابر رحمت کے جھوم کر انھوں نے سب سے بڑی نوبت کے بیدار ہونے کے لئے مژدہ جانفزا سمجھا۔ اور یہ کہنا بالکل بجا ہے، کہ

نوب پہچانتا ہے قد نسیم سحری * جس کسی نے ستم و جور خزاں دیکھے ہیں
کار و ان خوش ہے کہ طے کر کے مسافت اپنی * اس نے کچھ منزل مقصد کے نشان دیکھے ہیں
الغرض یہ ایک خوشی اور شکر یہ کا دن تھا۔ اور جس کسی کو جس انداز سے خوشی حاصل ہوئی، اسی انداز میں خوشی منائی۔ اور جس کسی نے جس قدر اسے ایک برکت و انعام سمجھا، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ نماز شکرانہ پڑھی۔ صدقات و خیرات کر کے غریبوں کی خیر گیری کی۔

جن لوگوں نے اس مملکت کے لئے ایک اسلامی آئین کی تدوین و ترتیب کی کوششیں کی ہیں۔ اور مسلسل جد و جہد میں مشغول رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔ اور آخرت کی خوشیوں سے نوازے۔ محترم بیات علی خان مرحوم نے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی سعی و تحریک سے قرار داد مقاصد کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ دونوں اللہ کے پیائے ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر ضروری ہے، کہ ان دونوں کو دعائے خیر میں ضرور یاد رکھا جائے۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان

ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور دوسرے ارکان تعلیمات

اسلامیہ بورڈ کی محنت و کوشش سے اسلامی دستور کا خاکہ مرتب ہوا۔ کراچی میں

۳۳ مقتدر علمائے کرام نے مل بیٹھ کر اسلامی دستور کے

اصول متعین کئے۔ اور دستور سازوں کی رہنمائی کے لئے بہت بڑا اہم کام کیا۔ اس مولانا ندوچی کی روح پاک کو اور ان دوسرے حضرات علمائے کرام کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے۔ اگرچہ دوسری جماعتوں اور علماء کرام نے بھی اسلامی دستور کے لئے جدوجہد کی ہے، اور اخلاص کے ساتھ اس ہم میں شریک کار رہے ہیں۔ اور اس لئے وہ سب کے سب مبارکباد اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے، کہ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی سر فرسٹ اور اس جماعت کے عام ارکان اور رہنماؤں نے خصوصیت کے ساتھ دستور کے مسئلہ کو اپنا واحد نصب العین اور ہدف کاغذ کر کے سال سے انتھک جدوجہد کی ہے۔ اور علمی اور فکری طور سے بھی اس مطالبہ کو مبرہن و مدلل کر کے قابل قبول بنایا۔ اور علمی طور پر بھی سب کچھ داؤ پر لگا کر میدان میں نکلے تھے اس لئے یہ ناسپاسی ہوگی، اگر ان حضرات کی ان مساعی جمیلہ کو خصوصیت کے ساتھ سراہا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام جماعتوں اور ان تمام افراد کو اجر و صلہ عطا فرمائے۔ اور آئندہ کے لئے اسی طرح دین کی خاطر مشترکہ جدوجہد کی توفیق دے۔

ہم یہ بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ارکان دستور یہ ہیں سے نظام اسلام پارٹی کے ارکان، خصوصاً مولانا اطر علی صاحب کو مبارکباد پیش کریں۔ اور ان کی مساعی جمیلہ کی شکرگذاری کریں۔ درحقیقت انہوں نے پورے عزم و ثبات کے ساتھ دستور کی تکمیل کے لئے کوشش کی۔ اور انہی کی کوششوں سے متحدہ محاذ ایسے دستور بنانے میں کامیاب ہوئی۔ اور آخر میں جناب چودھری محمد علی صاحب وزیراعظم پاکستان کو ان کے خلوص و برأت اور مساعی حسنہ پر مبارکباد دیتے ہیں۔ انہوں نے نامساعد حالات میں ایک اسلامی جمہوری دستور کی تدوین کا کام سرانجام دیا۔ یہ ان کے لئے مایہ ناز و افتخار نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے موقع تشکر و اقتنان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے، کہ اب وہ اس دستور کو عملاً ملک میں نافذ و جاری کر سکیں۔ اور رکاوٹوں اور نامساعد حالات کے باوجود وہ اسلامی نظام کو علمی طور پر برپا کر سکیں۔

کوئی اصلاحی تجاویز پسند آگئی تو اس پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کرنے پر آمادہ کیا کریں۔ تاکہ اس طرح ہم سب مل کر اپنے معاشرہ کی اصلاح کی کوششوں میں شریک ہوں۔ اور ہماری مشترکہ مساعی سے پاکستان کا یہ آئین کامیاب ہو جائے۔ اور ہم زمین کے اس خطہ پاکستان میں پاکیزہ زندگی گزار کر اپنے آقا و مولیٰ کے دربار میں قیامت کے روز پاکبازوں اور فرماں برداروں میں

بقیہ ص ۱۱: اس سلسلہ میں ہم اپنے خریداروں سے درمندانہ پل کرتے ہیں کہ وہ ایک طرف تو رسالہ کی تکثیر شاعت کیلئے مخلصانہ کوشش کریں اور اس طرح ہماری آواز کو دوزنگ پہنچانے میں ہماری اعانت فرمائیں اور دوسری طرف رسالہ مطالعہ کر کے صرف خود فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ دوسروں کو بھی مطالعہ کے لئے دیا کریں۔ یا اس کے مضامین و مطالب پر ممکن طریقہ سے وہ سروں تک پہنچا دیا کریں۔ اگر

شذات

(ادارہ)

نئے دستور کی چند نمایاں خوبیاں : ہر ہمارے

ملک کے اس نئے دستور میں کچھ خوبیاں ہیں۔ جن کو دیکھ کر غامیوں کے باوجود اس دستور کو قبول کر دیا گیا ہے۔

اور اس پر مسرت و انتہاج کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم یہاں ان میں سے چند ایسی اہم خوبیوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جن کا تعلق زیادہ تر اس ملک میں جلد از جلد اسلامی نظام کے قیام کے ساتھ ہے۔

۱) ریاست کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" دفعہ ۱، دستور کا نام "دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان" اور مشرقی بنگال کا نام "مشرقی پاکستان" دفعہ ۱، رکھا گیا ہے۔ اور صدر پاکستان لازماً مسلمان ہوگا۔ (دفعہ ۲ و ۳)۔

۲) دستور کا ابتدائیہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس میں حسب ذیل باتوں کو درج کیا گیا ہے :
(۱) پوری کائنات پر مالکیت صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے۔

(۲) باشندگان پاکستان کا اختیار عکرائی اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے لئے ایک مقدس امانت ہے۔

(۳) بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کا اعلان تھا کہ پاکستان اجتماعی عدل کے اسلامی اصولوں پر پر مبنی جمہوری ریاست ہوگا۔

(۴) دستور میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور اجتماعی انصاف کے اسلام کے پیش کردہ

اصولوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے۔

(۵) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں قرآن و سنت کی تعلیم اور تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنادیا جائے۔

(۶) کسی تعلیم گاہ میں کسی شخص سے اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی تعلیم یا عبادت میں شرکت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ دفعہ ۱۱۳

(۷) رہنما اصول جن کو اگرچہ عدالت کے ذریعے تو نافذ نہیں کرایا جاسکے گا۔ لیکن دفعہ ۲۳ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ "ریاست اپنی پالیسیاں بنانے میں ان کے رہنمائی حاصل کرے گی"۔ ان میں حسب ذیل چیزیں شامل ہیں۔

(۱) پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق گزارنے کے قابل بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ دفعہ ۲۵

(۲) ریاست مسلمانوں کے بارے میں کوشش کرے گی۔
۱۔ ان کو قرآن و سنت کے مطابق زندگی کا نفاذ سمجھنے کے قابل بنانے کے لئے اقدامات کرے۔

۲۔ ان کے لئے قرآن کی تعلیم لازم ہو۔
۳۔ ان کے اندر اتحاد و اسلامی اخلاقی معیار کی پائیداری فروغ پائے۔

۴۔ زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کی مناسب تنظیم ہو۔
دفعہ ۲۵

(۳) ریاست شہریوں کے اندر علاقائی، نسلی، قبائلی

اگر وہی اور صوبائی تعصبات کو دبائیگی۔ (دفعہ ۲۶)

(۴) ریاست اس بات کی کوشش کریگی کہ :-

(۱) ناخواندگی کو دور کرے اور کم سے کم مدت میں مفت پرائمری تعلیم دیتا کرے۔

(۲) قحبہ گری، بٹوا اور مفرصحت چیزوں کے استعمال کو بند کرے۔

(۳) غیر مسلموں کی مذہبی اغراض اور طبی اغراض کے سوا شراب کا استعمال بند کرے۔ نیز ”سہلو“ کو جس قدر جلد ممکن ہو بند کرے۔ (دفعہ ۲۸ و ۲۹)

(۵) معاشرے کی اصلاح و تعمیر اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے دستور میں حسب ذیل باتیں لازم کی گئی ہیں :-

(۱) اسلامی تحقیق اور اعلیٰ اسلامی تعلیم دہن دہانی کے لئے صدر تنظیم قائم کرے گا۔ جو مسلم معاشرے کو ٹھیک اسلامی بنیادوں پر تعمیر کرنے میں مدد دے۔ (دفعہ ۱۹)

(۲) قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلامی احکام کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائیگا۔ اور مانج الوقت قانون کو ان اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائیگا۔

اس مقصد کے حصول کے لئے طریقہ حسب ذیل لازم کیا گیا ہے :-

صدر ریاست یوم دستور کے ایک سال کے اندر ایک کمیشن مقرر کرے گا جو :-

(۱) مانج الوقت قانون کو اسلامی احکام کے مطابق کرنے کی تدابیر اور ان تدابیر پر عمل کی تدریج کے بارے

میں سفارشات پیش کرے گا۔ اور

(ب) مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لئے

ان احکام اسلام کو مناسب صورت میں مرتب کرے گا۔

جن کو قانونی شکل دی جاسکتی ہے۔ یہ کمیشن پانچ سال کے اندر اپنی آخری رپورٹ پیش کر دیگا۔ اور اس

دوران میں جزوی رپورٹ بھی پیش کر سکے گا۔ کمیشن کی رپورٹ (جزوی ہو یا آخری) وصولی کے چھ ماہ کے

اندر مرکزی اسمبلی کے سامنے پیش کی جائیگی۔ اور اسمبلی اس بارے میں قوانین بنا سکے گی۔ (دفعہ ۱۹۸)

ان کے علاوہ اور بعض اہم باتیں بھی ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک اہم بات تو یہ ہے کہ قرآن و

سنت کے خلاف قانون سازی کو روکنے والی واحد دفعہ ۱۹۸ میں مقصد کو نہایت شان دار الفاظ میں متعین

کرنے کے بعد اس کے حصول کا طریقہ ایسا تجویز کیا گیا ہے کہ ایک مدت محدود تک یہ مقصد کتاب

آئین کی زینت بنے رہنے کے سوا قانون سازی پر کوئی اثر نہ ڈال سکے گا۔

اس کے علاوہ ایک بڑی خامی یہ ہے کہ :-

دستور کا ایک نہایت اہم مسئلہ طریق انتخاب کا مسئلہ آئندہ کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ جو

شخص پاکستان کے بنیادی نظریہ کو مانتا اور اس مملکت کے قیام و بقا کا خواہش مند ہو، اس کے

نزدیک اس بابے میں دو رائیں ممکن نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے جداگانہ طریق انتخاب کا قطعی فیصلہ کرنا اور ہمیشہ

کے لئے طے شدہ تسلیم کرنا ایک فرضی امر تھا۔ ان میوں کی نشان دہی کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اپنے

قارئین کرام کو یہ ذہن نشین کر دیں کہ نفاذ دستور کے بعد اب ایک کام یہ بھی باقی ہے کہ اپنے دستور

تو پچھلے کئے کرائے پر پانی پھر سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ تمام عناصر جو آج تک ظاہری اور باطنی طور پر اسلامی دستور کی مخالفت کرتے رہے ہیں، نہ صرف آج بھی موجود ہیں، بلکہ پہلے سے طاقت ور ہیں۔ اور دستور میں ترامیم کرانے کا راستہ جس طرح ہمارے لئے کھلا ہے، اسی طرح ان کے لئے بھی کھلا ہے۔ اور آج بھی وہ ہر وقت اس کوشش میں ہیں، کہ کسی طرح دستور کے موجودہ اسلامی عناصر کو بھی خارج کر دیا جائے۔ اس لئے اگر ہماری غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے انھیں آئندہ پارلیمنٹوں پر اثر انداز ہونے کا موقع مل گیا تو وہ کبھی دستور کو غیر اسلامی بنانے سے باز نہیں آئیں گے۔

ہمارے غرام: ہم کو اپنی کوتاہیوں کا احساس و احتراق ہے۔ اور یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس ملک میں اسلامی دستور کے لئے ہم نے اتنا ہی کام کیا ہے، جتنا کہ ہم کو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن تحدیثِ نعمت کے طور پر اس امر واقعہ کے اظہار میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ ہم نے شمس الاسلام کے ان صفحات کے ذریعہ اس سلسلہ میں اپنی ہمت و بساط کے مطابق کچھ خدمت ضرور کی ہے۔ اور اس خدمت گذاری کو اپنا دینی فریضہ سمجھ کر سرانجام دیا ہے۔ اس مملکت میں حاکم حقیقی خداوند تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مطابق اسلامی نظام حیات کے عملی ابواب و تنفیذ کے لئے اور اس ملک کو حقیقی معنوں میں پاکستان بنانے کے لئے بد و بد و جد اور سعی پیہم کا جو سفر قیام پاکستان کے بعد شروع ہوا تھا، ۲۴ مارچ کو اس نئے آئین کے نفاذ کے بعد اس سفر کی ایک

سے ہم مل کر ان خامیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے دستور یہ کے اندر اور اس سے باہر کچھ ایسے لوگ موجود تھے، اور اب بھی ہیں جو ان اسلامی دفعات کو بخوشی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ صرف عام مسلمانوں کی بیداری اور اپنے مطالبہ نظام اسلامی پر ڈٹے رہنے اور پیہم اصرار کرنے کی وجہ سے وہ مجبور ہو گئے، کہ دستور میں اصول کی حد تک یہ بات تسلیم کی جائے، کہ یہاں قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی نہ ہوگی۔ لیکن اصولاً تسلیم کرنے کے بعد عملاً اس سے گریز کرنے کی یہی تدبیر انہوں نے سوچی کہ طریق کار ایسا رکھا جائے کہ عمل کرنے کا موقع ہی ہاتھ نہ آئے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے، کہ نئے عامہ اسی طرح بیدار ہو۔ پاکستان کے عوام، دین پسند عناصر مذہبی جماعتیں اور علماء و مشائخ اپنی جدوجہد کو احسن طریقوں سے جاری رکھیں۔ اور جد کر لیں کہ وہ ایسے نمائندہ رہیں گے جو وہاں جا کر اس قسم کی ساری خامیوں کو دور کر دیں گے، اور اپنے عمل سے جلد از جلد اسلامی نظام کو برپا کریں گے۔ ہم عام مسلمان بھائیوں کو یہ حقیقت صاف الفاظ میں سمجھان ضروری سمجھتے ہیں، اور ان کو کھلے طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں، کہ موجودہ دستور میں جو کچھ ہم کو حاصل ہوا ہے، اور جس پر ہم خوشیاں منا رہے ہیں، یہ ایک شاندار مستقبل کی تمہید اور دل خوش کن ہمارے آغاز کا مژدہ بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ آئندہ بھی اسی طرح بیداری اور شعور کا ثبوت دیا جائے۔ لیکن اگر اصل منزل مقصود تک پہنچنے سے قبل ہی کاروان نے نشانِ منزل کو منزل سمجھ کر ڈیرہ ڈال دیا۔ اور درخت سفر کھول دیا۔ اور غفلت و سہل انگاری سے کام لگایا

منزل تو ختم ہو گئی ہے۔ لیکن جس منزل مقصود سے
ہمکنار ہونے کے لئے اس سفر کا آغاز کیا گیا تھا وہ منزل
ابھی نہیں آئی۔ بلکہ

جن سے بدنام ہے یہ وسعت گلشن ساری

قالب تو میں وہ کردار بھی ڈھلنے ہوں گے

صرف تبدیلی آئین نہیں ہے کافی !

ابھی اس باغ کے مالی بھی بدلنے ہونگے

جن گھماتے خوش رنگ و خوشبو اور غرات

خوش مزہ و خوش منظر کی خاطر اس ملک میں اسلامی

جمہوری آئین کے مقرر درخت لگانے کی سعی کی جا رہی

تھی۔ ۲۳ مارچ کو تو اس کا ایک پودا لگا دیا گیا۔ اب

تو اس کو خیر پودے کی آبیاری، رکھوالی اور ہر طرح سے

خبر گیری کی جائے گی۔ کہ یہ پودا اس سرزمین پر سے

اور ہر آفت، سرد و گرم ہواؤں، کیڑوں مکوڑوں، اور

پیرنے والے جانوروں سے کس طرح محفوظ و مامون

رکھا جائے۔ اور اب ہر مرحلہ پر یہ دیکھنا ہے کہ یہ نازک

پودا کس طرح بڑھ پکڑے، پھلے پھولے اور امیدوں

اور تمناؤں کے مطابق برگ و بار لائے۔ اور ہر لحاظ

سے مفید ثابت ہو۔ یعنی اب ہمارے حکمرانوں اور

ملک کے عوام دونوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس

دستور کو عملی طور پر کامیاب بنائیں۔

اس دستور کو کامیاب کرنے اور اس

کے مقاصد کو صحیح طور پر بہ روئے کار لانے کے

لئے ایک بڑا اہم مسئلہ معاشرہ کی تیاری کا ہے۔

جس طرح ہر پودا ہر زمین میں برگ و بار نہیں لاسکتا

اسی طرح ہر دستور ہر معاشرہ میں کامیابی کے ساتھ

نہیں چل سکتا۔ اور اس میں شک نہیں، کہ ہمارا موجود

معاشرہ انگریزی دور اقتدار کے منحوس اثرات کو جس سے
کافی حد تک ہلکا چکا ہے۔ اور اسلامی دستور کا یہ پودا
اس بخر سرزمین میں بہ آسانی بڑھ نہیں پکڑ سکتا۔ اس
لئے معاشرہ کی اصلاح اور انگریزی اثرات کے ختم کرنے
کے لئے جدوجہد کی خاص ضرورت ہے۔ اور معاشرہ کی
قربانیوں کو دور کرنے اور اسے ایک صحت مندانہ اثر

پذیر معاشرہ بنانے کے لئے چند دوسرے اہم عوامل کے
ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر عامل اور موثر چیز تعلیم و تربیت
ہے۔ انگریز نے اپنے کافرانہ نظام حکومت کے لئے جو

نظام تعلیم منتخب کیا تھا اور جو اب تک جاری ہے، اسے

یکسر بدلنا ضروری ہے۔ اور نظام تعلیم کی یہ تبدیلی محض

سرسری اور سطحی نہ ہو۔ بلکہ بنیادی اور اصولی ہونی چاہیے۔

رسالہ شمس الاسلام ایک تعلیمی ادارہ کی طرف سے

تبلیغ دین اور اسلامی تعلیم و تربیت کو عام کرنے کی

خاطر جاری ہے۔ اس لئے نئے حالات میں ہم زیادہ تر

اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کریں گے۔ کہ اب اس

اسلامی جمہوریہ میں ہمارا نظام تعلیم و تربیت کیا ہو۔ اس

کی کیا صورتیں ہوں۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے

کیا کیا تدبیریں اختیار کی جائیں۔ پس اب ہمارا ارادہ یہ ہے

کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس قسم کے مضامین و مقالات

اور تجاویز و تدابیر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی

کوشش کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں، کہ ہماری یہ آواز عربی

عارس و مکاتب کے منتظرین و ارکان اور مدرسین و طلبہ

ملک بھی پہنچتی رہے۔ اور سکولوں اور کالجوں کے معلمین اور

نوجوان طالب العلموں کو بھی۔ ہم دونوں طبقوں کو ایک ہی

دعوت دیتے ہیں۔ اب ان دونوں طبقوں کی اجنبیت و تفریق

نہ ہونی چاہئے۔ اور قدیم و جدید کا مناقشہ ختم ہو جانا چاہئے۔

آنکھوں دیکھا حال

از قلم عبدالرشید ضامنات قب متعلم نشی فاضل جامعہ غریزیہ بھیرہ

حزب الانصار بے مد مضطرب ہے۔ کہ اس بارش نے تمام امور معطل کر دیے۔ کارکنوں کی پریشانی حق بجانب تھی۔ کیونکہ اگر ایک کام باقی رہ جاتا تو صبر کیا جاسکتا تھا۔ مگر یہاں تو علمائے کرام نے استقبال، جلوس، نواہ و عوام کے قیام و طعام کا انتظام، جلسہ گاہ کی آرائش، گندم کی پسواٹی، لحم البقر، لحم الخنزیر وغیرہ سبھی امور تشنہ تکلیف تھے۔ مگر بارش تھی کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ ان حالات میں انعقاد جلسہ موموم ہو چکا تھا۔ غرضیکہ لیفعل مایشاء کی شان جلوہ گر تھی۔ علم، ایمان کا حکم حکمت و مصلحت، اس کی حکمت و مصلحت ہے۔ اگر اسکی مرضی وہ نہ ہو، جو اپنی مرضی ہے۔ تو پھر وہی ہو جو اس کی مرضی ہے۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیمًا۔

ولو قلت لی مت، مت سمعاً وطاءً
وقلت لداہی الموت اھلاً ومرحباً۔

یاس کے بادلوں میں آس کا چاند نظر آیا۔ امید بندھ گئی، کہ انشاء اللہ الغریزہ مطلع صاف ہو جائے گا۔ مگر یہ خیال نا کامیابی کی وجہ پر براہین قاطعہ کی مانند موجود تھا۔ کہ آج جلسہ کا پہلا دن ہے۔ اور گیارہ بجنے والے ہیں۔ گو بادل چھٹ گئے ہیں، مگر ان حالات میں مقررین، بدخوین اور بیرونی سامعین کا آنا مشکل ہے۔ مگر اس وعدہ لاشریک کا ہزار ہزار شکر ہے، کہ جس نے

امد : حزب الانصار تبلیغی جماعت ہے۔ اسکی جدوجہد کے اثرات سالانہ جلسہ پر نظر آتے ہیں۔ جلسے تو عموماً ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اس جلسہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جو بھی ایک دفعہ حزب الانصار کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوتا ہے، وہ سال بھر سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ کہ کب آئے۔ سال کی تادیخوں کا اعلان ہو۔ اور میں اپنے رفقاء کے ہمراہ اس کانفرنس میں شریک ہو کر مشائخ عظام اور علماء کرام کی تعادیر کو سنکر اپنی کشت ایمان کو علم و عرفان سے بھر لوں۔

سوق : ہر باغی حزب الانصار اور کارکنان حزب الانصار کے اخلاص کی وجہ سے اس جلسہ میں دور دراز کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سال بارشوں کی کثرت کے باوجود مختلف اضلاع میانوالی، لائل پور، جہلم، گجرات، کیسل پور، جھنگ، شیخوپورہ وغیرہ سے کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔

یاس میں آس : ہر امسال سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۱۶، ۱۷، ۱۸ مارچ ۱۹۵۷ء مقرر تھیں۔ مگر ۱۴ مارچ کو آسمان پر گھنگور گھٹا بادل چھا گئے۔ اور ترشح شروع ہو گیا۔ ترشح ہی پر اکتفا ہو جانا تو بھی تسلی دہتی۔ مگر اس قدر موسلا دھار بارش رہی، جس کی وجہ سے تمام علاقہ جل تھل ہو گیا۔ ان حالات میں کارکنان

ہوٹل یا کسی گھر سے کھانا نہ کھائیں۔ بلکہ آپ تمام حضرات کے کھانے کا انتظام حزب الانصار کی طرف سے مفت ہوگا۔

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری نے پانچ بیچ تک اجماع اصحاب رسول پر تفسیر واپس فرمائی۔

اجلاس دوم بعد از نماز عشاء شروع ہوا۔ جس میں فخر المکملین حضرت مولانا سید فیض الحسن صاحب نے گیارہ بجے تک معراج النبی پر جسٹس اللہ اعلیٰ وسلم پر تقریر کی۔ آپ کے بعد مجاہد ملت مولانا عبدالستار صاحب نیازی ایم اے نے ضرورت مدارس عربیہ کے عنوان پر تقریر کی۔ جس میں آپ نے فرمایا، اب جبکہ ہمارے ملک کا دستور مرتب ہو چکا ہے۔ اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف جاری نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے اس پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب قرآن و سنت سکھانے والے نہ رہیں گے، تو قانون قرآن و سنت کے مطابق کون مرتب کرے گا۔ اس لئے آپ مدارس عربیہ دارالعلوم غزنیہ اور اپنی جماعت کو مستحکم کرو۔

اس اجلاس میں حضرت مہتمم دارالعلوم غزنیہ نے دارالعلوم کی سابقہ کارگزاری اور مستقبل کا پروگرام پیش کیا۔

رات کے ایک بجے اجلاس دعائے خیر پر ختم ہوا۔

ارباح بر وکسیچر اجلاس سوم زبرداریت خصوصی سرپرست دارالعلوم غزنیہ عمدة المحققین مولانا محمد حنیف صاحب صاحب شروع ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا تاج الرسول صاحب

اپنے فضل و کرم سے اجلاس اول کو اسطرح کامیاب فرمایا، کہ جامع مسجد کا وسیع سینہ بندگان خدا کی کثرت سے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

اور مشائخ عظام اور مقررین حضرات میں فخر المکملین حضرت مولانا سید صاحبزادہ فیض الحسن صاحب بی اے سجادہ نشین آلو مار شریف، عمدة المقررین مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری، عمدة المحققین حضرت مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ موہن، اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار صاحب نیازی ایم اے۔ مولانا سید کرم حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا سید کرم شاہ صاحب ازہری بی اے، حضرت محترم پیر فتح شاہ صاحب، حضرت محترم پیر بادشاہ صاحب، و حضرت محترم پیر شمس الامیر صاحب، و حضرت محترم پیر بدر الامیر صاحب نظر آ رہے تھے۔

انٹار نماز جمعہ کے بعد مولانا قادری محمد جیلانی صاحب مدینی گراچی نے عودت قرآن پاک سے اجلاس اول کا آغاز فرمایا۔ آپ کے بعد امیر حزب الانصار حضرت مولانا افتخار احمد صاحب بگوسی نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، کہ اس نے ہمیں توفیق مرحمت فرمائی، کہ ہم اکٹھے ہو کر مولا کریم کے احکامات اور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سنیں۔ اور اپنی کھیتی ایمان کو تازہ کریں۔ اللہ کریم ہماری اس اجتماع میں شرکت کو اور سننے کو قبول فرمائے۔ اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

میں باہر سے تشریف لانے والے حضاروں سے درخواست کروں گا، کہ آپ ان تین ایام جلسہ میں کسی

عالمی قوانین کے کمیشن کی سوالات اور اسکے جوابات

حکومت نے عالمی قوانین کے لئے جو کمیشن مقرر کیا ہے، اس نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے، جو مختلف لوگوں کے پاس، اس غرض کے لئے بھیجا گیا تھا کہ ہر شخص اپنے مذہبی معلومات کی روشنی میں اس کا جواب تیار کر کے کمیشن کے سیکرٹری ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے پاس ارسال کر دے۔ چنانچہ دارالافتاء مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور کی طرف سے مولانا مفتی سید سیاح الدین صاحب کا کاغذی جواب مندرجہ ذیل جواب تحریر فرما کر ارسال کیا ہے۔ عام مسلمانوں کی واقفیت کی خاطر ہم ان جوابات کو شمس الاسلام میں شائع کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ (ادھار)

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔
آما بعد سوالات کے تفصیلی جوابات دینے سے قبل بطور تمہید اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ :-

(۱) نکاح و طلاق اور دوسرے معاشرتی اور عائلی امور کے

حکم میں شریعت مطہرہ نے جتنی پابندیاں لگا دی ہیں۔ اور قواعد و ضوابط مقرر کر دیے ہیں۔ ہم کو بس انہی پر اکتفا کرنا چاہئے اگر ہم اپنی طرف سے مزید برآں اور پابندیاں لگانا شروع کر دیں اور لوگوں کو طرح طرح کے قواعد و ضوابط کی جکڑ بندیوں میں

جکڑنے اور پابند بنانے کی کوشش کریں گے تو اس سے ہماری عائلی زندگی خوشگوار ہونے کی بجائے اور زیادہ تلخ ہو جائیگی۔

اس لئے بہتر یہ ہے کہ جن امور میں شریعت نے ہم کو آزاد چھوڑ دیا ہے، ان میں ہم بھی اپنے معاشرہ کو آزاد چھوڑ دیں۔ اور جہاں اس نے پابندی لگا دی ہے، اس پابندی کو بخوشی قبول کر لیں۔ اور اس سے آزاد ہونے کی تدبیریں نہ سوچیں۔ یہ

درست ہے کہ ہم اے موجودہ معاشرہ میں بہت سی ایسی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں جن کو دیکھ کر کچھ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ازدواجی تعلقات کو خوشگوار بنانے اور ان موجودہ تھنوں

کو دور کرنے کے لئے مزید پابندیوں اور قانون کے ذریعہ گرفت کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان بیداریوں کا علاج ان خوابوں کی اصلاح محض قانون کے ڈنڈے سے نہیں ہو سکتی۔ اگر اس ملک میں پورا نظام اسلامی نافذ ہو جائے۔ تعلیم و تربیت کا نظام خالص اسلامی ہو۔ تمام فواحش اور منکرات کا قطع قمع کر دیا جائے، تو ایک سازگار ماحول میں نئی پابندیوں کے بغیر بھی ازدواجی تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اور نئے ضوابط اور قوانین کی کوئی ضرورت نہ رہیگی۔ لیکن زندگی کے

دوسرے شعبوں میں اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق کوئی اصلاح نہ کی گئی اور فواحش و منکرات اور مغرب کی نقالی کا دور دورہ اسی طرح رہا۔ ماحول کو پاکیزہ بنانے کی کوئی سعی نہ کی گئی، اخلاقی گراؤ اور احساس و معرفت و قوت کی پامالی کا یہی انداز رہا، تو پھر نئی پابندیوں سے عالمی زندگی میں اور نئی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور آج آپ اگر ایک گروہ کھولنے کے لئے ایک ضابطہ تجویز کرتے ہیں تو کل آپ دیکھیں گے کہ اسی ضابطہ سے دس اور گروہیں پڑی ہوں گی۔ اس لئے ہماری بات یہ ہے کہ نئی پابندیوں کی اور شرعی

بھیتوں کو اٹھا کر سختیوں یا شرعی پابندیوں کو ختم کر کے معمولتیں تلاش کرنے کی اور اسی طرح شریعت میں ترمیم و ترمیم کی کو کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس نقطہ نگاہ سے ان مسائل پر سوچنے اور غور کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے معاشرہ میں کہاں کہاں شرعی احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اور موجودہ قوانین میں ان شرعی ضوابط کی تنفیذ و اجراء کے سلسلہ میں کون کونسی خامیاں اور کوتاہیاں موجود ہیں، کہ ان کی تلافی کی جائے۔ اور ملکی قوانین کو فقہی قوانین ازدواج کے ساتھ پورے طور پر ہم آہنگ کر دیا جائے۔

(۲) اسلامی شریعت کے لئے ماخذ و منبع تو کتاب و سنت ہے۔ اور ان ہی دو بنیادی ماخذ سے تمام قوانین و احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تو ایک اصولی اور کلیہ ضابطہ ہے، کہ کسی دستور و آئین کی تشریح و تعبیر اور برزئیات و حوادث پر اس کی تطبیق انہی حضرات کا منصب و مقام ہوتا ہے جو قانونی جماعت اور استنباط و تحقیق کا رکھتے ہیں۔ لہذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی تشریح و تعبیر معتبر قرار دیا جاسکتی ہے جو قرآن و حدیث کے ماہر ائمہ کرام اور مجتہدین عظام نے کی ہے۔ اور وہ تشریح غلط اور ناقابل اعتماد ہوگی جو ان تمام ماہرین دستور کی تشریح کے خلاف ہوگی۔ پس ہم دوسرے شرعی قوانین کی طرح ازدواجی مسائل میں بھی ائمہ ہدی کے استنباط اور اجتہاد ہی کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ اور ان کی پیروی ضروری جانتے ہیں۔ ہمارے اس ملک پاکستان میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ان ائمہ ہدایت اور شامین کتاب و سنت میں سے حقارت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے زیادہ قانون اسلامی جاننے والے یقین

کرتے ہیں۔ اور اس لئے ان کی تقلید و اتباع کا نظریہ رکھتے ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اگر یہاں فقہی قوانین ملکی قانون کا رنگ اختیار کرتے ہوں تو ضابطہ و قانون بناتے وقت اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ قانون کی دفعات فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق ہوں۔ خاص مجتہدین اور ائمہ ہدایت کی حالتوں میں فقہ حنفی ہی میں دوسرے ائمہ کی تحقیق اور استنباط اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ اور مستند اور ماہر علماء فقہ حنفی کے مشوروں اور فیصلہ کے مطابق اب اس کی اجازت ہے۔ کہ بعض صورتوں میں دوسرے مجتہدین کے استنباط و تشریح کو قبول کیا جائے۔ لیکن ہر حال اصل یہ ہونا چاہئے کہ فقہ حنفی کی رعایت ہو۔ چنانچہ ہم بھی اپنے جوابات میں اس چیز کی رعایت رکھیں گے۔ (نکاح)

سوال ۱: کیا نکاح خوانی کا کام صرف حکومت کے مقرر کردہ نکاح خوانوں کے ذریعہ ہونا چاہئے؟

جواب: اگر یہ صورت ہو کہ مقرر شدہ نکاح خوان کے علاوہ کسی اور کا نکاح قانونی طور پر نکاح قرار نہ دیا جاتا ہو۔ اور اسپر نکاح شرعی کے احکام کا ترتیب نہ کیا جاتا ہو، تو پھر چونکہ یہ پابندی ایک اضافہ ہے شرعی پابندی پر، لہذا ہم یہ کہیں گے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔ شرعاً ہر شخص نکاح خوان ہو سکتا ہے۔ اور نکاح پڑھا سکتا ہے۔ ہاں اگر صرف یہ مطلب ہے کہ مقرر کردہ نکاح خوان کی وجہ سے عدالتوں کو کسی نکاح کے صحیح قرار دینے میں سہولت ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں۔ بلکہ کسی حد تک مفید بھی ہے۔ ہاں قانون میں ایسی رتی پابندی نہ لگائی جائے کہ جس کا نتیجہ یہ نکل سکے کہ مقرر شدہ نکاح خوان کے علاوہ کسی اور نکاح نے نکاح پڑھایا، اور گواہوں وغیرہ شرعی شہادت کی رو سے وہ نکاح منعقد بھی ہے۔ لیکن اس لئے وہ نکاح غیر نافذ ہے، کہ نکاح خوان

ذریعہ گرفت
ان خرابیوں
سکتی۔ اگر
تعلیم و تربیت
اتحاد کا قلع قمع
ملکیوں کے
نئے ضوابط
گی کے
باقی کوئی
بیا کی نقالی
نے کی کوئی
بت و فوت
عالمی زندگی
اگر ایک گروہ
کل آپ
ی ہوں گی۔
اور شرعی

منظور شدہ نہ تھا۔ الغرض اگر سوال میں سے "صرف" کا لفظ نکال دیا جائے تو ایک انتظامی سہولت کے طور پر ہم "ہاں" کر سکتے ہیں۔

سوال ۲: ہر کیا نکاحوں کا رجسٹری کرنا لازمی ہونا چاہئے؟ اگر ایسا ہو تو اس کے لئے کیا طریق ہونا چاہئے۔ اور اس کی خلاف ورزی کے لئے کیا اور کیسے سزا ہونی چاہئے؟

جواب: ہر نکاحوں کا ایک رجسٹر میں باقاعدہ درج کرانے کا انتظام یقیناً مفید ہے۔ اگر رجسٹر میں اندراج ہونا جائے تو جھگڑے واقع نہ ہوں گے۔ اور اگر واقع ہو بھی جائیں تو رجسٹر میں اندراج ہونے کی وجہ سے فصل خصومات میں بھی سہولت ہوگی۔ یوں تو لازم کر دینے میں ایک لحاظ سے کچھ حرج نہیں، جب رجسٹر کرنے میں نود انہی کا فائدہ ہے۔ تو اگر ان پر یہ لازم کر دیا جائے، کہ وہ نکاح جب بھی پڑھائیں تو اس وقت یا اس کے بعد جلد از جلد اس کا اندراج ضرور کریں۔ تاکہ وہ بروقت اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ تو یہ ایک مناسب انتظام ہے۔

اور لازم کر دینے کا مطلب صرف ہو کہ اگر کسی نے نکاح کا اندراج کسی میعاد خاص کے اندر اندر بلا کسی معقول عذر کے نہ کیا ہو۔ تو اس کا کوئی جرمانہ لگا دینا چاہئے۔ ہاں البتہ لازم کر دینے کا مطلب یہ نہ ہو کہ اس نکاح کو کالعدم قرار دیدیا جائے۔ بلکہ شرعی گواہوں اور شرعی شہادتوں کی رو سے اگر نکاح باقاعدہ ثابت ہے، تو نکاح کو درست تسلیم کرنا ہوگا۔ اور اسپر نکاح کے تمام شرعی احکام مترتب ہوں گے۔ اور صرف اس لئے نکاح کو غیر نافذ نہ کرنا پڑے کہ رجسٹر میں اس کا اندراج نہیں۔ کیونکہ رجسٹر میں یہ اندراج محض انتظامی لزوم ہوگا۔ شریعت کی رو سے انعقاد کے لئے اندراج رجسٹر کو کوئی ضروری شرط نہیں۔ اور جرمانہ

کی یہ سزا بروقت نکاح بالغ ہونے کی صورت میں ناجائز اور عدم بلوغ کی صورت میں اس کے قریب دیا یا اداں کو ملنی چاہئے۔ الغرض اگر اس سلسلہ میں تاقبیت تجویز ہوگئی تو یہ ضرور خیال ہے، کہ غیر رجسٹر شدہ چیز کو جب کہ وہ شرعاً ثابت ہو سکتے ہوں، محض غیر رجسٹرڈ ہونے کی وجہ سے غیر ثابت نہ قرار دیا جائے۔

سوال ۳: ہر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ زوجین میں سے ہر ایک نے کسی دباؤ کے بغیر اپنی رضامندی سے ایجاب و قبول کیا ہے، کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

جواب: ہر شریعت میں انعقاد نکاح کے لئے یہ ضرور قرار دیا گیا ہے کہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہو۔ بالغ لڑکے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود یا اس کا مقرر کردہ وکیل گواہوں کے سامنے بالفاظ صریح قبول کرے۔ لڑکی کے لئے اگر وہ باکرہ ہو زبانی اقرار ضروری نہیں، اگر اس کا کوئی ولی اس سے اجازت لے رہا ہو۔ ہاں اگر غیر ولی اس سے اجازت لینا چاہے تو پھر اس کو بھی زبانی اقرار کرنا اور اجازت دینا ضروری ہے۔ لیکن اگر وہ اجازت دینے سے صاف انکار کر دے یا بہ آواز بلند روٹے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسے نکاح منظور نہیں۔ پس شریعت نے مرد و عورت کی رضامندی کے لئے یہی طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ اور یہی کافی ہے۔ اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ لڑکے پر یا لڑکی پر دباؤ ڈالا گیا ہے اور ان دونوں نے یا ان میں سے کسی ایک نے اپنی رضامندی کے بغیر یہ ایجاب و قبول کیا ہے، تو اس مدعی پر لازم ہے کہ وہ دباؤ ڈالنے کے دعویٰ کو ثابت کرے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں کہ دباؤ کے عدم کے لئے ثبوت جمیا کرنا ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

سوال ۴: ہر کیا آپ کے نزدیک کم سنی کی شادیوں کو

کو شرعاً ضروری ہے کہ وہ ان کا جائز صنفی تعلق قائم کریں۔ تاکہ وہ قلب و نظر اور ہر قسم کے دوسرے گناہوں سے محفوظ رہ کر عقیف زندگی گذاریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیثیں پیش نظر رہیں:

(۱) عن ابی سعید و ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولدت ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولسہ یزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابیہ۔ حضرت ابوسید خدی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس کی اولاد پیدا ہو تو اسکو چار سب سے کم اس کا اچھا نام رکھے اور اچھی تعلیم و تربیت کرے۔ اور پھر جب وہ بالغ ہو جائے (اور شرعاً یہ ۱۲ سال سے لیکر ۱۵ سال کے دوران میں ہو جاتا ہے) تو اس کا نکاح کرے۔ اور اگر وہ بالغ ہو جائے اور یہ اس کا نکاح نہ کرے پھر وہ کسی گناہ و بیجائی میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہوگا۔

(۲) وعن عمر بن الخطاب و انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثماً فانما ذلک علیہ۔ (سرا و اھا البیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ)۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے (اور قرآن سے نکاح کا حاجت معلوم ہوتی ہو) اور یہ اس کا نکاح نہ کرے، پھر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہوگا۔

روکنے کے لئے یہ قانون بنانا ضروری ہے، کہ شادی کے وقت مرد کی عمر ۱۵ سال سے کم اور عورت کی ۱۵ سال سے کم نہ ہو۔ **جواب** ہر کم سنی کی شادیاں ہمارے ملک میں اس عہد کے ساتھ نہیں ہوتیں کہ اس کی بہت سی خرابیاں رونما ہوتی ہوں اور ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے اب اس کے سوا اور کوئی علاج باقی نہیں رہا۔ کہ نکاح پر یہ غیر شرعی پابندی لگا دی جائے۔ قانون کی رو سے نکاح کے جواز و انعقاد کیلئے ۱۸ سال اور پندرہ سال کی عمر مقرر کر دینا بالکل غلط ہے۔

سورہ دہل اسی غرض کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔ اور ہندوستان کے تمام علماء شے کرام نے متفقہ طور پر کتاب و سنت کے روشن دلائل کے ساتھ اس کو ٹھکرا دیا تھا۔ جس پابندی کو مسلمانوں نے ناجائز پابندی سمجھ کر انگریز کے کافرانہ دور حکومت میں تسلیم نہیں کیا تھا، اب انگریز کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد پاکستان کی اسلامی مملکت میں کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں، جو غیر اسلامی پابندیوں کو ختم کرنے اور اسلامی احکام کے نشو و ارتقاء اور تنفیذ و ترویج کی خاطر ہی حاصل کی گئی ہے۔ جب شرعی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اگر بلوغ سے بھی قبل لڑکے اور لڑکی کا نکاح ان کے اولیاء کر دیں، تو وہ نکاح منہقد ہو جاتا ہے۔ اور اس پر شرعی احکام مترتب ہوتے ہیں۔ تو اب اگر کوئی ایسا قانون بنا دیا جائے جس کی رو سے وہ نکاح نکاح ہی نہ رہے، تو کیا یہ صرفاً شرعی احکام میں مداخلت ہوگی؟ اور شریعت کی رو سے سلال و مباح کام کو حرام دنا جائز قرار دینے کی نادر و اجساد نہ ہوگی؟ علاوہ ازیں ہمارے ملک میں ۱۸ سال کی عمر سے بہت پہلے ایک لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اور لڑکیاں بھی عموماً پندرہ سال سے پہلے جمالی بلوغ کو پہنچ جاتی ہیں۔ بالغ ہو جانے کے بعد وہ دونوں کے والدین

تعمیل
آپ
اس
رہا
خاص
نہیں
کے
اور
تو
فر
فر
-
تو

اکابر علماء ہند نے اس مسئلہ پر مستقل رسائل لکھے تھے۔ مگر علمی طور پر تمام دلائل سمجھنے کی ضرورت ہو تو ان رسائل و مضامین کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

سوال ۵: کیا آپ کے نزدیک نکاح کے لئے عروں کا یہ تعین از روئے قرآن کریم یا از روئے حدیث صحیح ممنوع ہے؟

جواب: میرے تو تسلیم ہے کہ نکاح کے لئے عروں کے تعین کی مانعیت صریحاً قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔ مگر کمسنی

کے نکاح کا جواز سنت سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ ۱۰

احادیث صحیحہ میں اس کے عملی نظائر موجود ہیں۔ شرطاً بالغ ہو جانے کے بعد جلد از جلد نکاح کر دینے کی تاکید موجود ہے۔

پس جو چیز شرطاً جائز ہے، بلکہ بعض مخصوص حالات میں ضروری ہے۔ اس کو آپ قانون بنا کر اور عمر کی تحدید کر کے

حرام کس دلیل سے کرتے ہیں؟ اگر لڑکے کے لئے ۱۸ سال اور

لڑکی کے لئے ۱۵ سال کی عمر از روئے قانون کم از کم عمر جواز نکاح

کے لئے مقرر کر دی گئی۔ اور کسی نے پندرہ سال کے بالغ لڑکے

یا چودہ سال کی بالغ لڑکی کا نکاح اس شرعی ثابت شدہ جواز بلکہ

ضرورت کے موقع پر ضروری قرار دے جانے کی غا پر کر دیا، تو

آپ از روئے قانون اسے باطل قرار دیں گے۔ اور ملکی عدالتیں

اس قانون کی وجہ سے اس نکاح کو نکاح تسلیم نہیں کریں گی۔ تو

ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جس نکاح کو شریعت کے مسئلہ اصول اور

کتاب و سنت کی رو سے ایک امت کے ہاں متفقہ طور پر

جائز و نافذ سمجھا جاتا تھا، اور آپ اسے ناجائز اور باطل ٹھہرا رہے

ہیں تو اس عدم جواز اور بطلان کے لئے کوئی دلیل قرآن مجید یا

احادیث صحیحہ میں موجود ہے جو شرعی نقضی قاعدہ ہے کہ جو

عمل کسی قید اور پابندی کے بغیر اطلاق کے درجہ میں جو شرعی حیثیت اور شرعی وصف رکھتا ہے۔ اگر کسی جائز قید کے

ساتھ متعقد کر کے ادا ہو تو پھر بھی سمجھا جائیگا کہ یہ شرعی حکم کی

اب ۱۸-۱۵ سال کی عروں کو لڑکے قانون نکاح کی کم از

کم عمر قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ بارہا ایسی صورتیں پیش آئیں گی

کہ لڑکا بالغ ہو چکا ہے اور اسکی صفت و عصمت کی خاطر

ضروری ہے کہ اس کا جائز تعلق کہیں قائم کیا جائے۔ لیکن چونکہ

یہ دونوں ابھی قانونی بالغ نہیں، لہذا نکاح کا صحیح اور پاکیزہ تعلق

تو وہ قانون کی پابندی کی وجہ سے قائم نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن

دوسرے ہر طریقہ سے وہ جنسی تعلقات پیدا کرنے کے لئے آزاد ہیں

خواہ اس سے ان دونوں کی دنیا و عاقبت برباد ہوتی ہو، خواہ

معاشرہ میں فساد پیدا ہوتا ہو، خواہ جنسی آوارگی کی جو عمل افزائی

ہوتی ہو۔ شریعت اسلامیہ نے اس بارے میں ان معضلوں

پابندیوں اور عمر کی تحدید سے اس لئے احتراز کیا ہے کہ یہ طریقہ

وہ حقیقت بالکل غیر معقول ہے۔ بہتر صورت یہ ہے کہ یہ معاملہ

خود لوگوں کے اختیار تیزی پر چھوڑ دیا جائے، کہ وہ کب نکاح

کریں اور کب نہ کریں۔ تعلیم و تربیت اور اچھے اسلامی ماحول

میں زندگی گزارنے سے لوگ خود بخود اس اختیار تیزی کو معقول

اور مناسب طریقہ سے استعمال کیا کریں گے۔ اور کمسنی کے

کا حوں میں جو بعض دفعہ فرامیوں و غما ہو جاتی ہیں، انکی اصلاح

آہستہ آہستہ خود بخود ہو جائیگی۔ واقعہ یہ ہے کہ شرعاً ان

نکاحوں کے جواز کی یہ ہے، کہ بعض مرتبہ کسی خاندان کی حقیقی

مصلحتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ کم عمری میں نکاح کا تعلق

قائم کیا جائے۔ پس ایسی ضرورتوں کی خاطر قانوناً ایسی کوئی

پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ اور اس کے نامناسب رواج کے

انہ کے لئے تعلیم و تربیت اور عام بیداری کے وسائل اور ہلکی

ذہن پیدا کرنے والی کوششوں پر اعتماد کرنا چاہئے۔

سار و اہل کے زمانہ میں (غالباً ۱۹۳۳ء میں) حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے

تعمیل ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ پابندی لگا رہا ہو کہ قانوناً آپ اس عمل کو اس صورت خاص میں نہیں کر سکتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شریعت کے ایک جائز عمل کو روک رہا ہے۔ اور اس کو دلیل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ میں اس صورت خاص کو کیوں روک رہا ہوں۔ اور اس کے لئے یہ کہنا ہرگز کافی نہیں کہ شریعت میں مجھے کہاں روکا گیا ہے۔ کہ میں اس عمل خاص کے روکنے کے لئے پابندی نہ لگاؤں؟ مثلاً ظہر کی غاۃ فرض ہے اور خاص دو بجے پڑنا فرض تو نہیں، لیکن اگر دو بجے پڑھی گئی تو اسکو بھی فرض کہیں گے، اور ڈیڑھ بجے پڑھی گئی تو اسکو بھی فرض کی ادائیگی کہیں گے، ایک بجے پڑھی گئی تو اسے بھی ادا فریضہ سمجھیں گے۔ لیکن اگر ایسا قانون بنایا جائے کہ دو بجے سے قبل ظہر کی غاۃ نہ پڑھی جائے اور اسے جرم قرار دیا جائے تو ہم ایسے قانون کو مداخلت فی الدین کہیں گے۔ ہم قانون بنانے والے سے یہ سوال کر سکیں گے کہ آپ کس دلیل سے دو بجے سے قبل کی غاۃ کو ادا فرض نہیں مانتے اور اسے روک رہے ہیں۔ اور اس کو پوچھنے کا یہ حق حاصل نہیں کہ غاۃ ظہر کے لئے دو بجے کا تعین کیا اور وہ قرآن مجید یا ذرہ سے حدیث صحیحہ ممنوع ہے؟ اگر سوالات نامہ کے مرتب کرنے والوں نے خواہ مخواہ مداخلت دینے کی کوشش نہیں کی ہے تو مندرجہ بالا تفصیل سے اب انکو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ سوال کا یہ طرز ہی درست نہیں۔ نکاح کے لئے تعین عمر کا دو مسئلہ یہ ہے کہ اس سے قبل کے نکاح ناجائز ہوں۔ اور ایسے نکاحوں کو ناجائز قرار دینا قرآن و حدیث کے حکم جواز کے خلاف ہے۔ لہذا ایسا قانون بنانا جس کا لازمی اثر یہ نکلتا ہو، قرآن مجید و احادیث کی رو سے ممنوع ہے۔

سوال ۱۱: کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ معاہدہ ازدواج میں ہر ایسی شرط صحیح ہو سکتی ہے جو اسلام اور اخلاق

کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ اور عدالت اس کے ایفاء پر مجبور کرے؟

جواب: نکاح کے متعاقبین باہمی رضا مندی سے انفرادی طور پر بوقت نکاح معاہدہ ازدواج میں ایسی شرطیں طے کر سکتے ہیں اور درج کر سکتے ہیں، جو شرعاً جائز ہوں۔ اور جب کسی نکاح میں ایسی شرطیں باہمی رضا مندی سے تسلیم کی گئی ہوں۔ اور پھر ان شرطوں کے ایفاء کے لئے کوئی مقدمہ کسی عدالت میں پیش ہو، تو عدالت کو چاہئے کہ ان شرائط کی نوعیت پر اور فریقین کے مخصوص شخصی حالات اور ماحول پر اچھی طرح غور کر کے فیصلہ کرے۔ جو شرطیں غلط اسلام اور عام اصول اخلاق کے خلاف نہ ہوں، اور فریقین میں سے کوئی ایک ان کو پورا کرنے میں واقعہً معذور بھی نہیں، تو ایسی شرطوں کو پورا کرنے کا حکم دیا کرے۔ الغرض اتنی بات تو درست ہے کہ انفرادی طور پر طرفین شرطیں مقرر کر سکتے ہیں۔ اور ان کی پابندی بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ درست نہیں، کہ قانونی طور پر کچھ شرطیں لازماً معاہدہ ازدواج کا جز بنا دی جائیں اور حکومت کی طرف سے شائع کردہ معیاری نکاح نامے میں انکو شامل کر دیا جائے۔ بعض شرطوں کو قانون یا رواج کی حیثیت دینا عملاً بہت سی خرابیوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ معاملہ فریقین کی رضا مندی اور انفرادی حواہد پر چھوڑ دیا جائے۔ اور ان معنوی شرطوں اور پابندیوں سے رشتہ نکاح کو شروع ہی سے ایک بے اعتمادی کا معاملہ نہ بنا دیا جائے۔ اس موقع پر صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ وہ شرطیں اسلام اور اصول اخلاق کے خلاف نہیں ہوں گی۔ کیونکہ کسی چیز کے خلاف اسلام اور خلاف اخلاق نہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اسے ضرور کرنا چاہئے۔ اس لئے اذرہ سے قانون ایسی کوئی تنگی نہ ہونی چاہئے۔

سوال: مرکیا آپ اس سے متفق ہیں کہ از روئے قانون یہ صحیح تسلیم کیا جائے کہ معاہدہ ازدواج میں یہ شرط درج ہو سکتی ہے کہ عورت کو بھی اعلان طلاق کا وہی حق حاصل ہوگا جو مرد کو حاصل ہے ؟

جواب: اگر ایجاب و قبول سے پہلے اضافت الی النکاح کر کے یا عین ایجاب و قبول ہی میں عورت یہ شرط پیش کرے کہ میں اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط کے ساتھ دیتی ہوں۔ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا دجتنی شرطیں لگانا مقصود ہوں سب کو ذکر کر دیا جائے، تو اپنے معاملہ کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا۔ یا یہ کہ میں جب چاہوں اپنے اہل طلاق وار د کرنے مختار ہو گئی۔ اور مرد اسے قبول کرے تو شرعی طور پر عورت کو اپنے اہل طلاق وار د کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ اور وہ اس اختیار سے جب چاہے کام لے سکتی ہے۔ اور اسے شرعی اصطلاح میں تفویض طلاق کہتے ہیں فقہاء کرام نے اسے جائز رکھا ہے۔ اور علمائے محققین کے متفقہ مجموعہ قوانین عائلی "الحیلۃ الناجزۃ" میں اس کی پوری تفصیل اور شرائط وغیرہ ذکر کئے گئے ہیں۔ اور معاہدہ نکاح کے وقت اس مقصد کے لئے جس قسم کا کاہن نامہ لکھنا موزون و مفید ہے۔ اور جس میں تمام شرعی ضوابط و قواعد کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، اس کا نمونہ بھی لکھا ہوا ہے، اس مسئلہ کو لکھا ہوا ہے اور اس کو قانونی شکل دینے کے لئے اس کا مطالبہ ضروری ہے۔ پس اگر کسی عقد نکاح میں عورت کو یہ حق حاصل ہو چکا ہے، اور وہ اپنے اس حق سے ضرورت کے موقع پر فائدہ اٹھانا چاہتی ہے تو وہ اٹھائے۔ اس لئے سوال کا اگر مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد نے عورت کو یہ اختیار دیا ہے اور عورت اس اختیار کو استعمال کر کے اپنے آپ کو طلاق دیدے تو کیا اس طلاق کو قانوناً درست تسلیم کیا جائے ؟ تو اس

صورت میں جواب یہی ہوگا کہ ہاں عورت کو طلاق واقع کرنے کا جب اختیار حاصل ہو گیا تھا، اور وہ اپنے حق کو استعمال کر رہی ہے، تو یہ طلاق قانوناً بھی درست تسلیم کر لینا چاہئے۔ اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر سوال کا مطلب یہ ہے کہ قانونی طور پر اس کی ترویج کی کوشش کی جائے، اور معاہدہ نکاح میں اس شرط کو ضرور شامل کر کے ہر نکاح کے ساتھ ہی عورت کو طلاق واقع کر دینے کا حق بھی لازماً سونپ دیا جائے، تو یہ یقیناً اسلام کے منافی خلاف ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے فطری اور اصلی طریق کا یہ ہے، کہ طلاق دینے کا حق صرف مرد کے پاس ہے۔ اور اس معاملہ میں وہی مختار ہو۔ اگر یہ اختیار عورت کے پاس ہے تو وہ معمولی معمولی باتوں پر اشتعال میں آکر اس کا غلط استعمال کرتی ہے گی۔ اور طلاق واقع ہو جانے کے بعد اس کا برا انجام مختلف حیثیتوں سے مرد کے لئے ہوگا۔ لہذا عورت کو یہ حق ہر وقت اور ہر حالت میں منتقل کرنا اس اسکیم کے بالکل خلاف ہے جو اسلام نے اپنے ازدواجی قانون میں پیش نظر رکھی ہے۔ اس غلط طریقے کو رائج کرنے سے معاشرہ میں بے شمار نمایاں پیدا ہو جائیگی۔ آج اگر چند ظالم مردوں کے رویہ کو دیکھ کر بعض مظلوم عورتوں کی رہائی کی خاطر مسئلہ تفویض طلاق کو ایک مستقل طریق کار ٹھہرا دیا گیا، اور نکاح کے ساتھ ہی طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں منتقل طور پر دیدیا گیا، تو آپ دیکھیں گے کہ ہر گھر میں فتنے رونما ہوں گے۔ اور بہت سے مرد مظلوم ہوں گے۔ اور عورتیں ظلم کرتی ہوئی نظر آئیں گی۔ اس لئے قانونی طور پر معیاری نکاح نامہ میں یہ بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں اگر مخصوص حالات میں بعض عورتوں نے پیش بندی کے طور پر یہ حق حاصل کر لیا ہو تو اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔

ادا سے شرعی حیثیت دینی چاہئے۔

سوال ۸: ہمارے معاشرے کے بعض طبقوں میں دختر فروشی کا کروہ رواج پایا جاتا ہے۔ اس کے انسداد کے لئے آپ کے نزدیک کس قسم کا اقدام مناسب ہوگا، تاکہ والدین یا ولی لڑکی کو نکاح میں دیتے ہوئے رقیب وصول نہ کر سکیں؟

جواب ۸: دختر فروشی نہایت مکروہ رسم اور شرعاً ناجائز فعل ہے۔ اسے ضرور قانون کی رو سے جرم ٹھہرا دینا چاہئے۔ اور جو لوگ لڑکیوں، بھنوں یا دوسری عورتوں کو اس طرح فروخت کرتے ہوں، ان لوگوں کے لئے ضرور قید یا جرمانے کی سزا تجویز کرنی چاہئے۔ لیکن اس معاملہ میں

تعمودی سبب مزید مداخلت کی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں بعض علاقے تو ایسے ہیں کہ وہاں باپ اپنی لڑکی کو یا بھائی اپنی بہن کو یا اور کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ کی کسی لڑکی اس طور پر دے کرے کہ نکاح میں دیتا ہے کہ جو رقم وہ ملے کر لیتا ہے وہ مرد سے لیکر اپنے ہی کام میں لاتا ہے۔ اور لڑکی کو اس میں سے کچھ بھی کسی رنگ میں نہیں دیتا۔ یہ تو واقعہً فروخت کرنے کی صورت ہے۔ اس کو روکنے کے لئے سخت تر اقدام کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک صورت اور بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص غریب اور مفلس ہوتا ہے۔ اس کے پاس اپنی مالی وسعت اتنی نہیں ہوتی کہ کہ جہیز میں اپنی لڑکی کو کپڑے، زیور، برتن وغیرہ دے سکے۔ دوسری طرف عام رواج اور

خاندانی روایات کی بنا پر وہ اپنے آپ کو اس پر مجبور پاتا ہے کہ وہ رخصت کرتے وقت لڑکی کو کچھ جہیز میں ضرور دے۔ اس لئے وہ لڑکے والوں سے کچھ نقد رقم اس غرض کے لئے لیتا ہے کہ وہ رقم لیکر اس سے یہ جہیز خریدے اور رخصتی کے وقت لڑکی کو بطور جہیز دیدے۔ تاکہ اس طرح

سے وہ بدنامی اور لڑکی کو خالی پھینکے کے طعنوں سے محفوظ ہو جائے۔ یہ صورت ہمارے خیال میں فی نفسہ تو جائز ہے۔ بشرطیکہ اس رقم کو لڑکی کے ہر میں حساب کر لیا جائے۔ یہ ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ محض رواج کی پابندی کر کے اور خاندانی روایات کا خیال کر کے جہیز ضرور دینا اور اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا اچھا تو نہیں۔ اور یہ ذہنیت بدلنے کی ضرورت ہے۔ لیکن جب تک معاشرہ کی پوری اصلاح نہ ہوئی ہو، اور نام و نمود اور خاندانی رسموں کی پابندی کا جذبہ لوگوں سے ختم نہ ہوا ہو اتنی رعایت ضرور رکھی جائے کہ قانون بناتے وقت اس قسم کی خاص صورتوں کو مستثنیٰ کرنے کی کوشش کی جائے۔

سوال ۹: کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہوگا کہ ایک معیاری نکاح نامہ مرتب کیا جائے اور نکاح کے تمام اندراجات اس کے مطابق ہوں؟

جواب ۹: معیاری نکاح نامہ ضرور مرتب ہونا چاہئے۔ اس بارے میں ماہرین فقہ کے مشوروں سے پورا استفادہ کیا جائے۔ نکاح و طلاق اور ان کے متعلقات کے ضروری اور ہر وقت پیش آنے والے احکام بھی اس کے ساتھ منسلک ہوں تاکہ لوگ غلطیوں سے محفوظ ہوں۔ اور اسلامی احکام سے واقفیت حاصل کریں۔

طلاق

سوال ۱۰: اگر کوئی شوہر ایک وقت تین طلاقیں دے۔ تو کیا آپ کے نزدیک اسے قطعی طلاق مغلطہ شمار کیا جائے، یا تین طہروں میں تین طلاقیں کے اعلان کے بغیر جیسا کہ قرآن میں ہدایت کی گئی ہے، یہ مغلطہ شمار نہو؟

جواب ۱۰: جیسا کہ تمہید میں ہم عرض کر چکے ہیں، قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی

تشریح و تفسیر مقبر ہوگی جو حضرات ائمہ کرام اور مجتہدین سابقین نے کی ہے۔ یہ ایک وقت تین طلاقوں کو تین طلاق شمار کرنے اور اس سے حرمت مغلطہ ثابت ہونے کا مسئلہ کسی ایک امام یا ایک مجتہد کی رائے اور استنباط نہیں بلکہ حضرات مٹاہ کرام، حضرات تابعین کرام، ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ مسلک ہے۔ محقق علامہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے: لا تبلغ حد المجتہدین الفقہاء من الصحابة اکثر من عشرين كالمخلفاء و العبادلة وزید بن ثابت و معاذ بن جبل و انس بن مالك و ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ و قلیل و الباقون يرجعون الیہم و لیستفقون منہم و قد اثبتنا النقل عن اکثرہم صریحاً بايقاع الثلاث و لم یظہر لہم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال و عن هذا قلنا لو حکم حاکم بان الثلاث بضم واحدة واحدة لم یفقد حکمہ لانه لا یسوغ الاجتهاد فیہ فہم بخلاف لا اختلاف والہا وایت حن انس بانہا ثلاث اسندھا الطحاوی وغیرہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۲ مصرعہ) اور حافظ ابن رجب حنبلی (المقانی ص ۱۹۵) نے اس مسئلہ کی تفصیل و تشریح میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ بیانات مشکل الاحادیث الواردۃ فی ان الطلاق الثلاث واحدة اس میں وہ لکھتے ہیں: و اعلم انه لم یثبت عن احد من الصحابة ولا من التابعین ولا من ائمة السلف للعقد بقولهم فی الفداوی فی الحلال والحرام شیء صریح فی ان الطلاق الثلاث بعد الدخول یحسب واحدة اذا سبق بلفظ واحد الخ اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح معجم بخدی میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد آخر میں

وہ لکھتے ہیں: فالخالف بعد لحد الاجماع منابذ امر والجمہور علی عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق اھو تو مجتہدین امت کے اس متفقہ فتویٰ کی بناء پر ہمارے نزدیک بھی یہ ایک وقت تین طلاق قطعی طلاق مغلطہ ہیں۔ اور اس قانون میں کسی تغیر کو ہم جواز نہیں سمجھتے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ایسا کرنا حرمت مغلطہ کے موجب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک گناہ بھی ہے۔ اور یہ طلاق دینے کے اس طریقہ سے خلاف طریقہ اختیار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کے لئے سکھایا ہے۔ اس لئے اس غلط طریقے کو روکنے اور معاشرہ میں سے اس کے رواج کو ختم کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اور اس غرض کے لئے حسب ذیل تدابیر کتاب و سونہل ہونی چاہئے۔

(الف) مسلمانوں کو عام طور پر طلاق کے صحیح طریقے سے واقف کرایا جائے۔ اور اس کی حکمتیں اور فوائد سمجھائے جائیں۔ اور اس کے مقابلے میں طلاق بدعی کے نقصانات سے آگاہ کیا جائے۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ اس غلط طریقے سے طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ یہ چیز تعلیم کے نصاب میں بھی شامل ہونی چاہئے۔ ریڈیو اور پریس کے ذریعہ بھی نشر ہونی چاہئے۔ اور نکاح ناموں کے ساتھ جو احکام منسلک ہوں ان میں بھی اسے درج ہونا چاہئے۔

(ب) دستاویز نویسیوں کو سکائین طلاق کی دستاویز لکھنے سے منع کر دیا جائے۔ اور خلاف ورزی کرنیوالوں کو جرمانہ کیا جائے۔ آج کل عموماً عرائض نویس ہی اپنی جہالت اور شرعی احکام سے بے پرواہی کی وجہ سے یہ زیادتی کرتے ہیں۔ جب ان سے کوئی ماکر طلاق نامہ کہواتا ہے تو وہ اس قدر سخت الفاظ طلاق کھ دیتے ہیں کہ وہ شرعاً کسی طرح گنجائش

باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کو ضرور سخت تنبیہ کر دینی چاہئے۔
 (ج) ہر ایک وقت تین طلاقیں دینے والوں کے لئے بھی
 نذرانے جواز مقرر کر دی جاتے۔ اس کے لئے ہمارے پاس
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی نظیر موجود ہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا،
 کہ جب مجلس واحد میں طلاق دینے کا مقدمہ ان کے سامنے
 پیش ہوتا تو وہ طلاق کو نافذ کرنے کے ساتھ طلاق دینے والے
 کو سزا بھی دیتے تھے۔ (رواہ السنن جلد ۱ ص ۱۱۱) منہج بھوالہ فتح
 البادی ج ۹ ص ۳۱۱۔ (رواہ السنن ج ۲ ص ۱۱۱) منہج بھوالہ مسند
 عبد الرزاق۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی
 منقول ہے، انہ کان اذا ناتی برجل طلق امرأته
 ثلاثاً فی مجلس واحد اوجعہ ضرباً و فرق بینہما۔
 اور حسن بصریؒ سے مروی ہے، کانوا ینکلون من طلق
 امرأته ثلاثاً فی مقعد واحد (احکام القرآن للحمصی
 الرازی ص ۲۵۳ ج ۱)۔

سوال ۳: کیا طلاق کے لئے رجسٹری کرنا لازمی
 قرار دیا جائے؟

جواب: طلاق کے اندراج کے لئے رجسٹر
 کا انتظام مفید تو ضرور ہے، اور ایسا انتظام ہونا چاہئے۔
 مگر اس طرح لازم کر دینا کہ جو طلاق درج رجسٹر نہ ہو اسے
 عدالتی طور پر تسلیم نہ کیا جائے، یہ درست نہیں۔ کیونکہ شرعاً
 کسی طلاق کے واقع ہونے کے لئے یہ شرط تو نہیں، کہ طلاق
 نامہ لکھا ہوا ہو۔ اگر زبان فی طلاق دی جائے تب بھی طلاق
 واقع ہوتی ہے۔ اس لئے سہولت کی خاطر رجسٹر کا انتظام
 موجود نہ ہوتے ہوئے بھی عدالتوں میں ہر ایسی طلاق کو تسلیم
 کرنا چاہئے، جس کی باقاعدہ شرعی شہادت موجود ہو، یا
 طلاق دینے والا خود جس کا اقرار کرے، قطع نظر اس سے کہ
 وہ رجسٹری شدہ ہے یا نہیں۔

سوال ۳: اگر طلاق کی رجسٹری نہ ہو تو آپ کے
 نزدیک اسکی کیا سزا ہونی چاہئے؟

جواب: نہ رجسٹری نہ کرانے کے لئے کسی سزا کی
 ضرورت نہیں۔

سوال ۴: کیا مختلف علاقوں کے لئے معاملتی
 مجالس مقرر کی جائیں۔ اور کسی طلاق کو اس وقت تک صحیح
 تسلیم نہ کیا جائے جب تک کہ فریقین ان مجالس کی طرف رجوع
 نہ کر چکے ہوں، جن میں زوجین کے خاندانوں کی طرف سے
 بھی ایک ایک حکم شامل ہو؟

جواب: ہر معاملتی مجالس کا تقرر ضرور ہونا چاہئے
 اور عدالتوں کے لئے بھی یہ قاعدہ ضرور ہے، کہ وہ ازدواجی

نزاعات کا فیصلہ کرنے سے پہلے قرآن مجید کے مقرر کردہ
 طریقہ حکیم پر عمل کریں، وان خفتم شقاق بینہما
 فابعثوا حکماً من اہلہ وحکماً من اہلہا۔ (آیہ ۱۰)

لیکن سوال کا یہ حصہ ہمارے نزدیک غلط ہے، کہ کسی طلاق
 کو اس وقت تک تسلیم نہ کیا جائے جب تک کہ فریقین ان
 مجالس کی طرف رجوع نہ کر چکے ہوں۔ اس لئے کہ شریعت
 نے طلاق واقع ہونے کے لئے یہ شرط نہیں رکھی ہے، کہ
 آدمی کسی حکم یا معاملتی مجلس سے پہلے رجوع کرے۔

اور وہاں بات نہ بن سکے تو پھر طلاق ہے۔ پس جب شریعت
 کی رو سے ایسی طلاق تسلیم کی جا سکتی ہے، اور قانون
 کی رو سے ان مجالس کی طرف رجوع کرنے پہلے دی ہوئی طلاق
 طلاق نہ ہوگی، تو اس طرح بڑی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔
 اس قانون کی وجہ سے عدالتیں ایسی طلاق کو تسلیم نہیں کریں گی۔
 اور شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ بھی طلاق ہے۔ تو اس
 طرح قانون اور شریعت میں تناقض پیدا ہو جائے گا۔

(باقی آئندہ)

روزہ کے شرعی مسائل و احکام

(حتاسک قلم سے)

جن کو اپنی جان کا خوف ہو مثلاً کوئی دشمن کہے کہ اگر تو روزہ رکھے گا تو ہم تجھ کو مار ڈالیں گے، یا تیرا کوئی عضو کاٹ لیں گے، یا کمزوری ایسی پیدا ہو گئی ہو جس سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو۔ یا بھوک پیاس کا تحمل نہ ہو سکے اور جان کا اندیشہ ہو۔ یا بے عقلی و مدہوشی لاحق ہو جائے، تب بھی روزہ واجب نہیں۔

مسافر اگر حالت سفر میں روزہ رکھ سکے تو بہتر ہے۔ ورنہ انقباض سفر کے بعد قضا رکھنا چاہئے۔

لڑکے کا روزہ صحیح ہے۔ اگر لڑکا دس برس کے بعد روزہ نہ رکھے تو اس کے ولی کو اسے مارنا چاہئے۔

جو شخص رمضان المبارک میں قصداً غلائیہ طور سے ترک صوم کرنے کا عادی ہو گیا ہو تو

کو قما۔ ایسے فاسق کی گواہی بھی معتبر نہیں۔ اور ہنگامہ اسلام کا وبال بھی اس کی گردن پر ہوگا۔

نیت کے مسائل

رمضان کے ہر روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک روز کی نیت تمام دنوں کے لئے

کافی ہو جائے۔ اور چونکہ روزہ سے مقصد شریعت

مقدسہ کا محض ثواب باری اور تزکیہ نفس ہے، اس لئے

ضروری ہے کہ اپنے اس ارادہ کو جس کو اصطلاح شریعت

میں نیت کہتے ہیں، قلب کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی

ادا کر لینا سنت ہے۔ اور اس کے الفاظ خواہ عربی میں یا

رمضان کا روزہ ہر اس مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو عاقل بالغ ہو۔ روزہ کی فرضیت کا علم رکھنا ہو۔ اور دار الاسلام میں سکونت پذیر ہو۔ اور وہ مواخ بھی نہ لائق ہوں جنکی تفصیل شریعت نے واضح کر دی ہے۔

روزہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) حیض و نفاس سے خالی ہونا۔ حیض و نفاس ہو چکا ہو، خواہ غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو روزہ واجب ہے۔

(۳) نیت یعنی دل سے روزہ کا قصد کرنا۔ اگر کوئی شخص بے قصد و بے ارادہ کچھ نہ کھائے پیئے اور ان تمام چیزوں

سے اپنے کو بچائے رکھے جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تب بھی روزہ صحیح نہ ہوگا۔

حائضہ، مریضہ، مسافر، بڈھے، بیمار دار، بیمار جن کو گمان غالب ہو کہ اگر روزہ رکھیں گے تو ان کو اپنے

بچہ، یا مرض یا سفر میں اشتداد و مضرت لاحق ہو جائیگی تو وہ بھی روزہ ترک کر سکتے ہیں۔

حائضہ، مریضہ، مسافر، بیمار دار اور بیمار جن کو وقتی طور سے یہ عوارض پیدا ہو گئے ہیں، دوسرے ایام

میں اپنے روزوں کی قضا رکھنی لازم ہوگی۔

البتہ وہ بڈھے جن کو استطاعت ہی روزہ رکھنے

کی نہیں ہے وہ اپنی طرف سے فدیہ دیکر اس فرض سے

سبکدوشی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طریقہ سے وہ لوگ

اردو میں جس طرح مناسب اور سہل ہوں کہہ لینا چاہئے۔

نیت کا وقت

نیت کا وقت غروب آفتاب سے لیکر نصف نهار شرعی تک ہے۔ پس قبل غروب آفتاب نیت کرنا کہ کل روزہ رکھوں گا، صبح نہیں ہوگی۔ طلوع صبح صادق تک اپنی نیت کو پلٹ سکتا ہے۔

سحری کھانا سنت ہے۔ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ سحری کھاؤ، سحری کھانے میں برکت ہے۔ اور حضرت عمرو بن عامرؓ نے آنحضرت سے روایت کیا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں ماہ الافراق سحر کا کھانا ہے۔ سحری کھانے میں تاخیر مستحب ہے۔ لیکن اتنی تاخیر جس سے طلوع صبح کا شک ہو جائے کر وہ ہے۔ فقیہ ابو الیث فرماتے ہیں کہ سحری اس وقت کھانا چاہئے جب چھٹا حصہ شب کا باقی رہ جائے۔ سحر کھا کر نماز فجر سے غافل ہو جانا نیکی برباد لگانا لازم کا مصداق ہے۔

یہ بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس عبادت میں بقدر امکان اپنے اعضا کو گناہوں سے بچایا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ص سے ناقل ہیں کہ جو روزہ دار بری بات بولنا اور برے کام کرنا نہ چھوڑے خدا کو اس کے روزہ کی مطلق حاجت نہیں۔ روزہ کی حاجت میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، ناحق غصہ کرنا، فحش کلامی کرنا، غیر محرم کو یہ شہوت دیکھنا، لڑنا جھگڑنا، جھگڑنا، دن بھر نجس رہنا غرض کہ اس قسم کے ممنوعات شرعیہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ نیز بلا عذر کسی چیز کا مزہ چکھنا۔ وطنی یا انزال کے خوف سے بوسہ لینا،

بغیر کسی وجہ شرعی کے بحالت قوم کسی چیز کا کھانا پینا، رات کے دھوکے میں سحر کھالی، یا غروب آفتاب کے دھوکے میں افطار کر لیا۔ یا دھوکے سے حلق کے نیچے پانی اتر گیا۔ یا کوئی اور چیز ناک وغیرہ سے سرک لی۔ یا کان میں دوا ڈالی۔ یا زخم میں کوئی دوا لگائی۔ اور وہ چیز پیٹ میں اتر گئی۔ یا دماغ میں چڑھ گئی۔ یا کوئی ایسی چیز کھالی جو عادتاً نہیں کھائی جاتی۔ یا حقہ سگریٹ وغیرہ کا دھواں حلق کے نیچے اتر گیا۔ یا خود سے منہ بھر کر قے آگئی۔ اور قصداً پھر اس کو نگل لیا تو ان سب سورتوں میں صرف قضا لازم آتی ہے۔ روزہ میں بھول کر کچھ کھا پی لینا، یا حلق میں خجور یا کمی یا دھوئیں کا گھس جانا، دانتوں کی ریتوں سے خون بہہ کر حلق کے نیچے اتر جانا، بالوں میں تیل لگانا، سرمہ لگانا، پیچھے لگوانا، خیال کر کے یا شہوت کے ساتھ کسی دیکھ کر منزل ہو جانا۔ یا خود سے قے آ جانا خواہ اسکی مقدار منہ بھر کر ہی کیوں نہ ہو۔ سوراخ ذکر میں پانی یا روغن ٹپکانا، یا کان میں پانی ڈھنسا، یا عطر وغیرہ سونگھنا۔ مسواک کرنا باعث افساد نہیں ہے۔ اگر بواسیر کے مریض کے مے نکل آئے اور اس نے انکو پانی سے دھویا اور خشک ہو جانے کے بعد پھر ان کو اندر ڈال لیا، تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہوگئی جس میں روزہ پورا کرنے سے بیماری کے زائد ہونے کا گمان غالب ہے تو اس کو افطار کرنا جائز ہے۔ آفتاب غروب ہوتے کے یقین پر افطار میں جلدی کرنا اور ابر کی حالت میں خدا سی تاخیر کرنا بہتر ہے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب

تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اس کو لازم ہے کہ کھجور سے افطار کرے۔ اور اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی سے بہتر ہے۔ نمک سے افطار کرنا صرف خلاف سنت ہے، کوئی ہرج نہیں ہے۔

دعاء افطار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرمایا کرتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اللھم لك صمت و لك اُمت و علی سِرِّك افضیٰ۔ اور کبھی یہ الفاظ بھی اس کے ساتھ تلاپا کرتے تھے: ذهب الظما و ابتلت الحمق و ثبت الاجر انشاء اللہ تعالیٰ یا واسع الفضل اغفر لی الحمد للہ الذی اعاننی فصمت و سِرِّک فی افطیٰ۔

بہتر یہ ہے کہ مکمل دعا پڑھ لی جائے تاکہ تمام سنتوں پر عمل ہو جائے۔

اس مہینہ کی عبادات

رمضان کا مہینہ سارے مہینوں کا سرار ہے۔ اس کا دن اور ایام سے اور اس کی راتیں تمام سال کی راتوں سے مرتبہ میں بہت بلند ہیں۔ خصوصاً راتوں میں عبادت بہت ہی زیادہ مقبولیت کا باعث ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اس مہینہ میں راتوں کو دلجمعی اور ایمان کے ساتھ قیام کرے اور نمازیں پڑھے گا تو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ انہیں راتوں میں ایک

رات ایسی بھی آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر فضیلت رکھتی ہے۔ شریعت مقدسہ نے اس رات کی تعین نہیں فرمائی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ خدا کے بندے اس رات کی تلاش میں پورے مہینہ بھر تک اپنے خالق کی عبادت کرتے رہیں۔ لیکن علمائے امت نے اپنے علم باطنی سے اس چیز کو قیاس کر کے بیان کیا ہے، کہ یہ متبرکہ و مقدس رات رمضان کے عشرہ اخیرہ میں ہے۔ اور عشرہ اخیرہ کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات کو یہ فضیلت عطا ہوتی ہے۔ یوں تو پورا رمضان مبارک رکتوں اور رحمتوں سے لبریز ہے۔ لیکن دنوں کے مقابلہ میں راتیں اور عشرہ اولیٰ کے مقابلہ میں عشرہ وسطیٰ اور عشرہ وسطیٰ کے مقابلہ میں عشرہ اخیرہ۔ اور جفت راتوں کے مقابلہ میں طاق راتیں افضل ہیں۔

رات کے اعمال میں اس مہینہ میں ایک عبادت جدید تعلیم کی گئی ہے، جو اور مہینوں میں نہیں تعلیم ہوئی۔ یعنی بیس رکعت نماز تراویح۔ یہ نماز سنت ہے۔ اور دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ نماز تنہا یا گھر میں بھی ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن جماعت کے ساتھ اور خصوصاً مسجد میں حاضر ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ ہر چہ رکعت کے بعد ترویج کرنا اور اس میں تسبیح و ذکر الہی کرنا مستحب ہے۔



رمضان المبارک کی فضیلت و کرامت

(از جناب مولوی محمد حسین رضا علوی)

کے فرشتے منادی کرتے ہیں: یا باغی الخیر اقبل
ویا باغی الشراقصر۔ اے قیرو فلاح کے طالب
آگے بڑھ۔ اور اے بھڑی و برائی کے مرتکب ٹھہر جا۔

حضرت سلطان فارسی سے روایت ہے کہ اواخر
شعبان میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
میں رمضان کے متعلق خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے
لوگو ایک بہت بڑا عظمت والا اور برکت سے معمور و
مبارک مہینہ تم پر سایہ ڈال رہا ہے، اس مہینہ میں
ایک رات ہے جس کی قدر ہزار مہینہ سے زیادہ ہے۔
اللہ نے اس کے روزوں کو فرض اور اس کی رات
کے قیام کو فعل گردانا ہے۔ جس نے اس میں ایک
نیک فعلیت کی عادت ڈالی اس کی فضیلت اور مہینوں
میں ایک فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ اور جس نے
اس ماہ میں ایک فرض کو ادا کیا تو اس کا ثواب اور
مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ مسلمانو!
یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ بہشت ہے۔ اے
خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی و ہمدردی کرنے کا مہینہ
ہے۔ قرآن پاک، حدیث شریف اور کتب تفسیر
میں ماہ رمضان کے فضائل اور روزوں کے ثواب
کے متعلق کثرت سے ذکر ہے۔ مسلمانوں کے کان
جن سے نا آشنا نہیں۔

ہم ذیل میں چند ایسی احادیث کا ترجمہ درج

رمضان المبارک کی فضیلت و کرامت کے متعلق مرفوع
اس قدر کہنا کافی ہوگا، کہ یہ وہ مبارک ماہ ہے جس کی
شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ
کا ارشاد ہے: شہرہا من رمضان الذی انزل فیہ
القرآن۔ رمضان وہ مبارک ماہ ہے، جس کی فضیلت
میں قرآن نازل ہوا۔ اور حدیث شریف میں بھی روزہ کا
بڑا ثواب آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا بڑا
رتبہ ہے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے، کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ
کے لئے ثواب سمجھ کر رکھے، اس کے سب گناہ بخش دیے
جائیں گے۔ اور فرمایا حضورؐ نے کہ روزہ دار کے منہ
کی بوائے کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ
پیاری ہے۔ روزہ دین اسلام کا بڑا رکن ہے۔ جو شخص
رمضان کے روزے بلا عذر شرعی نہ رکھے گا، بڑا گنہگار
ہوگا۔ اور اس کا دین بڑا کمزور ہو جائے گا۔ بلا وجہ
رمضان کا روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے۔ اور
بڑا گناہ ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے میں ایک
روزہ پھر رکھ لوں گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ
رمضان کے ایک روزہ کے بدلے میں اگر سال بھر برابر
روزہ رکھتا ہے، تب بھی اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا
رمضان میں ایک روزہ کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف
میں وارد ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو خدا

کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین پر ان فضائل و کمالات کی اصلی وجہ اور ماہ رمضان المبارک کی حقیقی تعلیم روشن ہو جائے گی۔

ابوسعید خدریؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا: من صام رمضان وعمر ف حد و دہ و تحفظ مما یذبحی ان یحفظ کفی ما قبلئ۔ یعنی جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور ساتھ ساتھ اس کی حدود کو پہچانا۔ اور ان کاموں سے پرہیز کیا جن سے احتراز کرنا ضروری ہے، تو اس کے پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صرف بھوک و پیاس کی تکالیف کو گوارہ کر لینا رمضان المبارک کا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اور بھی شرائط و قیود ہیں، جن کی پابندی و تکمیل کے علاوہ صیام کا حقیقی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وقت نظر کے ساتھ احادیث کے باب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلے گا، کہ خورد و نوش کا ترک کر دینا ان مقاصد عالیہ کے حصول کا صرف ایک وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اگر ان مقاصد عالیہ کا لحاظ نہ رکھا گیا تو وہ روزہ محض بے سود فاقہ ہے۔ چنانچہ احادیث ذیل سے اس کا کافی و دائمی ثبوت ملے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے روزہ دار بہت ہیں کہ جن کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک و پیاس کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

اور بہت تراویح و تہجد پڑھنے والے ایسے ہیں، کہ شب بیداری کے سوا جن کی عبادت کا کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے، الصیام جنۃ مالم یحیی قہا۔ صیام ڈھال ہے جتنک اے توڑ نہ ڈالا جائے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے، کہ کن چیزوں کے اختیار سے صیام کے حقیقی مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور کن کے اختیار سے روزہ محض فاقہ کش ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہے، کہ صیام کے وہ حقیقی مقاصد کیا ہیں۔ ان سوالوں کے جواب میں ہمیں دماغی کاوشوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ خدا اور اس کے رسول نے نہایت صاف اور واضح لفظوں میں ان کی توضیح کر دی ہے۔ قرآن پاک کی جس آیت میں فرضیت صیام کا حکم دیا گیا ہے، وہاں یہ بھی بتا دیا گیا ہے، کہ اس صیام کی غرض اصلی اور علت غائی یہ ہے کہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔ ولعلکم تتقون۔ شرعی ریاضتوں کو عمل میں لانے سے انسان کے جسم و روح میں ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ تمام جسمانی نفسانی اور روحانی آلائشوں و گندگیوں سے مرکب و منزہ ہو جاتا ہے۔ اصلی التواتر اس قسم کی خدمت کرنے سے بالآخر وہ ایک مکمل بن جاتی ہے۔ اور پھر انسان ہمیشہ کے لئے ان خباثتوں اور گندگیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، جسکی وجہ سے انسان احسن تقویم کے درجہ تک تکرم سے ساقط ہو کر رفعہ کا لالعام بن ہم افضل کے

عمل صالح کے ساتھ بالخصوص ایک دوسرے کو حق و صداقت کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس لئے لادبی طور پر جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس میں باہم صبر و تحمل کی وصیت بھی کرتے ہیں۔

غرض کہ امید ہے، کہ عام برادران اسلام ان آیات و احادیث کو ذرا غور کی نگاہ سے مطالعہ کر کے ان پر عملدرآمد کرنے کی حسی امکان سعی کریں گے۔ تاکہ ہمارا روزہ صرف بے فائدہ فاقہ کشی نہ ہو جاوے۔ اور ہماری تہجد و تراویح صرف بحیثیت شب بیدار ہی ہو کر نہ رہ جائے۔ و ما علینا الا البلاغ

بہیہ ص ۳۱۰ مرد نہ ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ حضرت زبیر بن العوام فرمایا: اگر تم قتل کی دھمکی نہ دیتے تو میں شاید تمہارے مشورے پر غور کرتا۔ لیکن اب جبکہ تم نے مجھے ہلاک کر دینے کی دھمکی دی ہے، میں تمہارے قبیلہ کے سامنے اسلام کے فضائل اور بت پرستی کے نقصانات بیان کرنا اپنا فرض اولین خیال کرتا ہوں۔ اور پھر حضورؐ نے بنو قیس کے سامنے ایک پُر جوش تقریر فرمائی۔

تحقیق میں: حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ ایک کھائی میں گر پڑے ہیں۔ اور باوجود کوشش کے اس میں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یکایک حضرت خواجہ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ دیکر باہر نکالا۔ اس خواب کے بعد آپ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خافتہ میں چلے گئے۔ اور وہیں کے ہوئے۔

اسفل السافلین تک پہنچ جاتا ہے۔ غرض کہ پہلی حدیث میں اس ریاضت کی حقیقت ایک گونہ واضح ہو چکی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مبرہ و مواسات کا مہینہ ہے۔ یعنی اس مہینہ میں ہمیں اپنے اندر مبر اور بنی نوع انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی پیدا کرنے کا مادہ اختیار کر ہو گا۔ انسان شہوات نفسانی کو پورا کرنے کی پوری طاقت رکھنے کے باوجود بھی محض ایک فرمان کی بنا پر اور تقویٰ کے خیال سے اس کے کل اسباب و وسائل سے انحراف کرنا جاتا ہے۔ شدت بھوک کی

تکلیف سے حالت غیر ہو رہی ہے۔ شدت تشنگی سے زبان خشک ہو رہی ہے۔ طرح طرح کے اقام کا کھانا گھر میں موجود ہے، مگر روزہ دار ان کی طرف نگاہ بھی نہیں ڈالتا۔ اسی طرح ایک طرف جسم محنت و جفاکشی کا عادی ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف دلوں میں صبر و تحمل کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے، کہ دنیا و عقبیٰ کی کل کامیابی اور تمام فوز و فلاح کے لئے یہی ایک چیز ہے، جس کی سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ خود خداوند تعالیٰ نے سورۃ عصر میں فرمادیا ہے۔ زمانہ شاید ہے، کہ بنی نوع انسان کل قبائل و اقوام ہلاک و برباد ہونے والے ہیں۔ گرجیات و نجات کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان و

حکایات الصالحین

(ماہ محترم راجہ رشید احمد صاحب محمود میاں نوی)

چیل دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اس درندے نے مجھے اپنے بھوکے بچوں کے سامنے ڈال دیا۔ بچے میرے قریب آئے، لیکن مجھے سوگند کر سب کے سب پیچھے ہٹ گئے۔ اور فصیح عربی میں کہنے لگے: تو نے ہمیں کئی دن بھوکا رکھا، اور اب اسے لے آیا ہے جو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اسے کیسے کھائیں؟ میں ان کا جواب سنکر محسرت میں آکر اٹھا اور چل پڑا۔

خدا کی قسم! ان میں سے کسی نے مجھ سے قرض نہیں کیا۔

میرے بیٹے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ نے حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے رانوں پر بٹھایا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: ”یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔“ انہی میں انھیں دو ست رکھتا ہوں، تو بھی انھیں دو ست رکھ۔ اور جو شخص انکو دوست رکھے، تو اس کو بھی دو ست رکھ۔“

دنیا اور آخرت: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آن حضورؐ کو جوتا ملے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ حضورؐ صرف ایک تہ بند باندھے کھجور کی کھردی چٹائی پر بچھاڑا ہیں۔ اور فقر و فاقہ کا یہ حال تھا، کہ ایک کھونٹی پر تلوار لٹک رہی تھی۔ اور ایک طرف مٹھی بھر جو پڑے تھے، اور بس۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ دست بستہ عرض کی، کہ ”حضور! قیصر و کسری کے لئے دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں موجود ہوں۔ اور بادشاہ دو عالم کی یہ حالت؟“ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ”عمر! کیا تم پسند نہیں کرتے کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے

آخرت ہو؟“

محبت شیخین: حضرت جعفر حدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک ایسے قافلہ کے ساتھ جس کے تمام افراد میرے علاوہ محبت الخفین محابہ کرام تھے، جا رہا تھا۔ وہ سب میرے ساتھ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق مناظرہ کرتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک خطرناک جنگل آگیا۔ اچانک اس جنگل میں سے ایک خوفناک درندہ نکلا، اور مجھے اٹھا کر